وَاِنَّ یُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ

الحمد للہ والمنہ کہ رسالہ

تذکرۂ یونس علیہ السلام

مؤلفہ

علامۃ العصر مولانا مفتی عبد اللطیف صاحب رحمانی

حسب الحکم مولانا سید لطف اللہ صاحب رحمانی

جید برقی پریس میں طبع ہو کر

دار الاشاعت رحمانی مونگیر سے شائع ہوا

تعداد طبع یکہزار

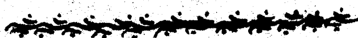
قیمت چار آنہ

تذکرہ لکھنے کا اصلی سبب

مرزا صاحب نے اپنی صداقت کا نشان اپنی پیشینگوئیوں کو قرار دیا تھا مگر جب اُن کی عظیم الشان پیشین گوئیاں غلط ہوئیں تو انہوں نے انبیاء علیہم السلام پر اتہام لگا کر اپنی برأت کرنا چاہی۔ اُن اتہاموں سے ایک یہ بھی ہے کہ اپنے رسالوں میں بہت جگہ حضرت یونس علیہ السلام کی نسبت یوں لکھا ہے کہ اُنہوں نے عذاب آنے کی پیشین گوئی کی تھی۔ مگر پُوری نہیں ہوئی اس رسالہ میں نہایت صفائی سے ثابت کیا ہے کہ یہ الزام محض غلط ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے کوئی ایسی پیشینگوئی نہیں کی جو پُوری نہیں ہوئی ہو۔

عبداللطیف رحمانی

خانقاہ رحمانی رمونگیر



تذکرہ حضرت یونس علیہ السّلام

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

لا نعبد الا ایاہ و نرغب عمن سواہ و لا حول ولا

قوۃ الا باللہ نصلے علی رسولہ خاتم الانبیاء و نعوذ

بک ممن تنبأ بعدہ یا مولاہ

اسلام سچائی اور اصلی نیکی کی عمارت ہے اور ایسی مستحکم اور بلند ہے جو چودہ سو برس سے ابتک اپنے آب و تاب سے قائم ہے۔ کیا اسلام کسی شعبدہ باز کا شعبدہ ہے یا کسی دجل فریب کا پردہ۔ یا کسی مکار فریبی کا جھوٹا ڈھکوسلا کہ جس کی بنیادوں کو کوئی شعبدہ یا دجل و فریب یا مکر و خدع متزلزل کردے۔

نہیں نہیں جھوٹ اور چالاکی کی عمارت کو اسقدر استحکام کہاں جو اتنے طویل زمانہ تک ٹھہرے۔ دجل و فریب کے ملمع کاری کو اسقدر بقا کہاں جو عرصہ تک باقی رہے کیا مسلمان واقعی جھوٹے کرشموں اور شعبدوں کے پوجاری ہیں کہ جب کسی نے

کوئی شعبدہ دکھایا یا کرشمہ بنایا اوس کے ساتھ ہوئے اوس پر ایمان لے آئے
اوس کو خدا کا رسول سمجھنے لگے ہرگز نہیں بلکہ ہم مسلمانوں کا یہ اعتقاد ہے اور بانی
اسلام جناب محمد رسول اللہ (روحی فداہ) صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس کی خبر دی
ہے کہ میرے بعد دجال کذاب دغاباز مکار۔ فریبی۔ شیاطین الانس۔ آئیں گے
اور شعبدے اور کرشمے دکھائینگے۔ دیکھو خبردار تم اون کے فریب کے جال کا شکار
نہ ہو جانا۔ اور اون کو اپنا نبی نہ ٹھہرانا۔ اب اگر کوئی آسمان پر اوڑنے لگے اور آسمان
سے مینہ برسائے۔ زمین سے سبزہ اوگائے۔ مردہ کو زندہ بنائے۔ اور ایک
پیشین گوئی نہیں بلکہ سرتاپا پیشین گوئی کا مجسمہ پیکر بنکر آئے تب بھی مسلمان اوسکے
جانب نظر اوٹھا کر نہ دیکھیں گے بشرطیکہ اللہ تعالے نے اونھیں علم کے ساتھ نور ایمان
اور عقل کامل عنایت کی ہو کیا اس پیشین گوئی کے مطابق آپ کے بعد جھوٹے
نبی نہیں ہوئے۔ اور اونھوں نے شعبدے اور کرشمے نہیں دکھائے۔ کیا
رسول خدا نے نہیں فرمایا کہ میرے بعد دجال آئیگا جو مردہ کو زندہ اور زمین کو سرسبز اور
آسمان سے بارش برسائے گا تو کیا سچے مسلمانوں کو دجال کا یہ شعبدہ راہ مستقیم سے
بال بھر ہٹا سکیگا ہرگز ہرگز نہیں۔

مسلمانو اگر کوئی شخص تمام عمر پیشین گوئی کرے اور اوس کی تمام پیشین گوئی صحیح
ہو جائیں اور اوس کو وہ اپنے نبوت کا نشان قرار دے تو کیا تم واقعی اوسکو
نبی مان لوگے اور یہ اوس کے سچائی کا نشان ہوگا۔ اگر ایسا ہے تو پھر کیوں
دجال کی خدائی سے انحراف کروگے کیا نبوت کی عمارت انہی پیشین گوئیوں پر
قائم ہے۔ آج دنیا میں سیکڑوں علوم ہیں جن کے ذریعہ سے آئندہ کی خبریں
معلوم کرلی جاتی ہیں تو کیا کوئی شخص اگر ان میں سے کسی علم میں پوری مہارت
رکھتا ہو اور ایسی مشق ہو کہ کبھی اوس کے حساب میں غلطی نہ ہو اور پھر وہ ہر روز

آیندہ کی صحیح صحیح خبریں دیا کرے اور اس وجہ سے نبوت کا دعویٰ کرے تو محض ان پیشین گوئی کی وجہ سے وہ نبی ہو سکتا ہے اور کوئی عاقل اوسکی نبوت پر ایمان لے آیگا۔

صفحات تاریخ پر جہانتک ہماری نظر ہے اوس کی بنا پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کسی نبی نے پیشین گوئی کو اپنا معیار نبوت نہیں ٹھہرایا اور نہ اپنی پیشین گوئیاں قوم کے روبرو شمار کرائیں اور ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ پیشین گوئی کو ہرگز معیار نبوت نہیں ہے پیشین گوئی جھوٹی اور سچی نبی اور غیر نبی دونوں کرتے ہیں اور عجوبہ باتیں بھی دونوں سے ہوتی ہیں یہ امور کبھی نبی اور غیر نبی میں فارق اور جدائی کرنے والے نہیں ہیں اور نہ یہ نشان نبوت قرار پاسکتے ہیں بلکہ قرآن پاک نے خود اسکا فیصلہ کردیا ہے اور جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت کا یہ نشان قرار دیا ہے کہ اوس نے اندھوں کو بینا گمراہوں کو راہ پر لگایا اور دنیا کو نور اور حکمت سے بھر دیا یعنی اصول تمدن۔ اخلاق کو بتلایا اور نیکی کو پھیلایا اس مختصر تمہید کے بعد تمام مسلمانوں سے عموماً اور جماعت احمدیہ سے خصوصاً گذارش ہے کہ اگر مرزا صاحب کو مان لیا جائے کہ خوارق عادات کے دیوتا اور پیشین گوئی کے پیکر مجسّم تھے۔ اور قصیدہ اعجازیہ اور تفسیر فاتحہ اون کی بے نظیر ہے اور کوئی اوس کے مثل نہیں لاسکتا تو کیا اُن کے محض یہی کارنامے اونکی نبوت کی نشانی قرار پاسکتے ہیں اور کیا مرزا صاحب کے سوا کوئی اور ایسا نہیں ہوا جس نے پیشین گوئیاں کی ہوں۔ اور اپنے کلام کے بے نظیر ہونے کا مدعی ہو تو کیا مرزا صاحب اون سب کو نبی مان لیں گے۔

اور اگر وہ نبی نہیں تھے تو پھر مرزا صاحب اور اون میں کیا فرق ہے۔ اور نبی کا جو اصلی کام ہے یعنی گمراہ کو راہ دکھانا اور نور حکمت پھیلانا اس میں مرزا صاحب نے

کسقدر حصہ لیا اور کتنے بے راہوں کو راستہ پر لگایا۔ اور وہ کیا نور و حکمت ہے جسے
مرزا صاحب نے پھیلایا مسلمانو! اگر سچائی اور انصاف سے غور کرو گے اور اس
معیار نبوت پر مرزا صاحب کو جانچو گے تو پھر تم بھی وہی فیصلہ کرو گے جس کی خبر
خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ مسلمانو یہ خوب سمجھو۔ کہ نبی کی
بڑی نشانی اور اوس کے صداقت کی دلیل اوس کے اقوال اوس کے احوال
اوس کے افعال ہیں جس کا قول فعل۔ حال۔ اوسکے نبوت کی تصدیق پر مجبور کرے۔
وہ واقعی نبی ہے۔ اور تمھیں انصاف کرو۔ کہ جو اپنے اقوال میں جھوٹا معاملات میں
خود غرض اور دغاباز ہو تو کیا ایسا شخص نبی مہدی مسیح۔ کے گرامی عہدہ کا اہل ہے۔
میرے نزدیک ہر یک سچا خدا پرست۔ راستی کا طالب اسکا جواب نفی میں دیگا۔
اگرچہ جس طرح نبی کے اقوال وافعال وغیرہ کی سچائی کے لئے دلیل ہیں
دیکھو نبی عربی روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے حجرے میں سکونت
اختیار فرمائی۔ مسجد خام کھجور سے پٹی ہوئی تھی وہ وقت متواتر پیٹ بھر کھانا نہیں
کھایا اکثر جو کا استعمال فرماتے اور وہ بھی بلا چھلانے ہوئے۔ اہل حق مرزا صاحب
کے حالات کو اس معیار نبوت پر پیش کریں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے حالات نبوت اور صداقت کی روشن علامت ہیں۔ اسی طرح مرزا صاحب کے
اقوال اور افعال اور احوال ہاور انکی گمراہی اور باطل پرستی کی کھلی علامت ہیں۔
اور اب اس مقابلہ کے بعد کسی تحریر کے ذریعہ سے اس کے اظہار کی حاجت
نہیں رہتی لیکن اس پر بھی اون بھولے بھالے مسلمانوں کے نفع اور خیرخواہی کیلئے
جو مرزا صاحب کے فنون کید سے واقف نہیں ہمارے علماء نے تحریروں
اور رسالوں اور اشتہاروں کے ذریعہ سے وقتاً فوقتاً مسلمانوں کو مطلع کیا خصوصاً
مولوی انوار اللہ خانصاحب مرحوم استاذ حضور نظام کی افادۃ الافہام[1] اس بارے میں قابل دید

[1] یہ کتاب دار الاشاعت رحمانی مونگیر سے للعہ کو ملتی ہے ۱۲

کتاب ہے۔ اور حال ہی میں حضرت رئیس الفقہاء والمحدثین ناصح الاسلام والمسلمین
سید العلماء والمجددین مولٰنا ابو احمد رحمانی متع اللہ المسلمین بطول بقائہم نے جو رسائل
مرزا صاحب کے متعلق تحریر فرمائی ہیں اون کے دیکھنے کے بعد ہر شخص کو خواہ وہ عالم ہو
یا جاہل پورا اطمینان ہو جاتا ہے اور مرزا صاحب کی تحریرات یا کسی بری صحبت سے
جو تاریکی اوس کے دلمیں آگئی ہے وہ ان سچی اور خیر خواہانہ تحریرات کے نور سے بالکلیہ
محو ہو جاتی ہے۔ اور دیکھنے والا بے ساختہ پکار اُٹھتا ہے جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ
اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا حضرت مولٰنا ممدوح نے نصح المسلمین اول فیصلہ آسمانی
لکھا جسکے اس وقت تک تین حصے ہیں پہلے حصہ میں نہایت روشن طریقہ سے یہ
دکھایا ہے کہ مرزا صاحب اپنے دعوی مہدویت اور مسیحیت وغیرہ میں سچے نہ تھے
اور اس دعوے کے ثبوت میں مرزا صاحب نے جو نہایت عظیم الشان نشان پیش
کیا تھا یعنی مرزا احمد بیگ کی بڑی لڑکی سے اپنے نکاح کی پیش گوئی کی تھی اور اسی
پیشگوئی کو اپنے جھوٹ وسچ کا معیار قرار دیا تھا۔

اس پیشگوئی کے ہر پہلو کو صاف اور روشن کر کے دکھایا ہے کہ یہ کسی طرح سے
سچی اور پوری نہیں ہوئی اور یہ پیشگوئی جھوٹ کا گندہ ڈھیر ہے۔ جس
میں سچائی کا رائحہ تک بھی نہیں۔ اور اس میں مرزا صاحب کی تمام مسیح
کاریوں کی قلعی کھولی ہے۔

اور دوسرے حصہ میں یہ اعجاز کیا ہے کہ مرزا صاحب کے اقوال اور
اقراروںکو اون کے کذب کا آئینہ ٹھہرایا ہے۔

جس میں مرزا صاحب کی اصلی صورت روز روشن کی طرح صاف نظر
آتی ہے۔ اس کے بعد تیسرا حصہ اور تنزیہ ربانی ہیں خدائے پاک کا کذب
اور وعدہ خلافی کی آلودگی سے پاک ہونا قرآن اور احادیث اور اجماع امت

اور ادلہ عقیلہ سے ثابت کیا ہے۔ اور پھر معیار صداقت میں مجملاً اسکو ثابت کیا ہے
ان رسائل کے بعد اس مادہ میں راستی کے طالبوں کے لئے اضافہ کی ضرورت
نہیں۔ اور خود غرض ہوا پرستوں باطل کے طالبوں کے لئے آفتاب کی روشنی بھی
ناکافی ہے۔ لیکن حسب ارشاد جناب ممدوح میں نے ان اوراق میں حضرت یونس
علیہ السّلام کی پیش گوئی پر روشنی ڈالی ہے کیونکہ مرزا صاحب کی بعض وہ الہامی
پیش گوئیاں جن کا تمام جماعت احمدیہ میں شور اور غل تھا اور نہایت پر زور لفظوں میں
اور بڑے وثوق اور یقین کے ساتھ اونکا اشتہار دیا گیا تھا جب غلط ہوئیں اور واقعات
کے ہاتھوں نے اس تلبیسی اور بناوٹی پردے کی دھجیاں اوڑائیں اور جماعت احمدیہ
ہکّی بکّی ہوگئی تو مرزا صاحب نے اوس پر فریب اور دجل کی سوئی سے رفو کیا۔
مرزا صاحب نے مرزا احمد بیگ کے داماد کے مرنے کی پیش گوئی کی اور
اس موت کے لئے وقت مقرر کیا لیکن یہ پیش گوئی جھوٹی ہوئی اور وقت مقررہ پر
پوری نہ ہوئی اور اس کا جھوٹا ہونا چونکہ بالکل صاف روز روشن کیطرح تھا جس کو
تلمیع کی سیاہی کا پردہ بھی نہ چھپا سکتا تھا مجبوراً مرزا صاحب کو یہ اقرار کرنا پڑا کہ (اس
وعید کی میعاد میں تخلف ہوگیا۔ انجام آتھم صفحہ ۲۹)
لیکن اس اقرار کے ساتھ ہی مرزا صاحب نے ایک دست آویز پیش کی ہے
جس سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ خدا بھی جھوٹی پیشگوئی کر دیتا ہے اور نبی کے
ذریعہ سے اپنے بندوں کو مقرر وقت پر عذاب کے نازل ہونے کی قطعی طور
سے خبر دے دیتا ہے اور پھر اوس وقت پر عذاب نہیں آتا۔ چنانچہ مرزا صاحب
لکھتے ہیں جیساکہ یونس ع نبی کو قطعی طور سے چالیس دن تک عذاب ہونیکا
وعدہ دیا تھا اور وہ قطعی وعدہ تھا جس کے ساتھ کوئی بھی شرط نہیں تھی جیسا
کہ تفسیر کبیر صفحہ ۶۴۔ اور امام سیوطی کے تفسیر در منثور میں احادیث صحیحہ کے

روسے اس کی تصدیق موجود ہے (انجام آتھم صفحہ ۳۱)
اور اسی کتاب کے صفحہ ۲۹ میں لکھتے ہیں کہ **قرآن** اور **توریت** کے روسے بھی یہ امر **متواتر ثابت** ہوتا ہے کہ وعید کی میعاد توبہ اور خوف سے ٹل سکتی ہے۔

مرزا صاحب نے یہاں اول یہ دعویٰ کیا ہے کہ قوم یونس کے لئے خدا نے چالیس دن تک عذاب آنے کا قطعی بلا کسی شرط کے وعدہ کیا تھا اور اس دعوے پر تفسیر کبیر اور درمنثور سے احادیث کو پیش کیا ہے۔ دوسرا دعوے یہ کیا ہے کہ وعید کی میعاد توبہ اور خوف سے ٹل سکتی ہے اور اس دعویٰ کو متواترات سے کہا ہے اور نیز یہ کہ یہ امر قرآن اور توریت سے ثابت ہے۔

مرزا صاحب نے پہلے دعویٰ کے اثبات میں یہ سخت دھوکا کھایا کہ اوسکے ثبوت میں جو احادیث تفسیر کبیر اور درمنثور سے نقل کی ہیں اون کی صحت کا دعویٰ کیا کیونکہ اب تو اون کو بجز ناکامی اور رسوائی اور افترا کے کچھ حاصل نہو گا اس سے یہ بہتر تھا کہ مرزا صاحب اس کے ثبوت میں اپنا الہام اور وحی پیش کرتے اور یہ دلیل جماعت احمدیہ کے لئے غالبًا قابل اطمینان اور مخالفین کے لئے مسکت ہوتے۔ اور مرزا صاحب اور اون کے اذناب کو یہ کہنے کا موقع ملتا کہ مرزائی سفید الہام کے سامنے کسی حدیث اور آیت سے استدلال صحیح نہیں۔

مرزا صاحب نے تو اپنے اس سپید اور چمکتے ہوئے الہامات کے چادر کو اکثر جگہ جھوٹ کے گندہ ناپاک ڈھیر پر ڈالکر چمکایا ہے معلوم نہیں وہ کیوں اپنی اور اپنے ملہم آلہ کی سنت مستمرہ قدیمہ کو جس میں جھوٹ جیسے ناپاک شے اور خلاف وعدہ اور جال و فریب سب ہی ثواب ہی چھوڑ کر اس دلدل میں آپھنسے اور ہلاک ہوئے اے جماعت احمدیہ یاد رکھو اور خوب سمجھو کہ تم مرزا صاحب کے اس دعویٰ کے ثبوت میں ایک صحیح حدیث بھی تو نہیں لاسکتے۔ وَلَوْ كَانَ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ

ظَهِيرًا۔ فَاِن لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃِ۔ مسلمانوں جو شخص ایک محسوس اور ظاہر اور تاریخ کی نقل میں اس قدر دلیری اور بیباکی سے جھوٹ بولے تو اوس کے الہامات اور وحی پر کیا اعتبار ہو سکتا ہے جو شخص اپنی رسوائی سے نہ ڈرے جو شخص جھوٹ کو سچ کرنے سے نہ شرمائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب جھوٹا ٹھہرائے خدا پر خلاف وعدگی کا عیب روا رکھے۔ دھوکے فریب اور ہر ممکن کوشش سے لوگوں کا عزیز مال اون کے جیب سے نکلوائے۔ دنیا کی حقیر سی رقم پر جنت کا ٹھیکہ نامہ لکھدے۔ تو ایسے شخص کی نبوت جس درجہ پر ہو سکتی ہے اوس کا فیصلہ مسلمانو تم خود کر لو۔

اے جماعت احمدیہ کیا میں تم سے یہ امید رکھ سکتا ہوں کہ تم انصاف کروگے اور خدا سے ڈروگے اور اپنی ضد اور ہٹ دھرمی سے باز آؤگے اور اگر میں یہ ثابت کردوں کہ حضرت یونس نبی سے چالیس دن کا وعدہ ہرگز نہیں کیا گیا اور کسی حدیث صحیح سے یہ ثابت نہیں تو کیا تم اپنے آنکھوں سے غشاوہ اوٹھا کر دیکھوگے۔ اور کانوں کے ڈاٹ نکال کر سنوگے اور دلوں کی مہر توڑ کر سمجھوگے۔ یا یہ خدائی پردہ اور مہر بدستور تم پر قائم رہے گی میں کہتا ہوں ضرور رہے گی اور یہ جماعت ہرگز ایمان نہ لائے گی کیونکہ خدا سچا ہے اور اوس کا کلام سچا ہے۔ وہ خود فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ۔

اب اگر ہم مرزا صاحب کا جھوٹا ہونا اون کا فریب اور دجل مہر نیم روز سے بھی روشن کریں تو دل کے اندھے اور کان کے بہرے راستہ پر نہیں آسکتے اور جماعت احمدیہ سے مجھ سے یہ امید نہیں کہ وہ میرے اس تحریر پر کان دھرے اور

ٹھنڈے دل سے دیکھے لیکن بعض اون مسلمانوں کو جو یونس علیہ السلام کے اصل واقعہ سے ناواقف ہیں اون کو یونس علیہ السلام کے قصہ سے مطلع کرنا چونکہ نفع سے خالی نہیں۔ اسلئے نصحاً للمسلمین میں اس رسالہ میں محض حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ لکھتا ہوں اور قرآن اور احادیث صحیحہ سے جو ثابت ہے اوسکو بیان کرتا ہوں۔

لیکن مرزا صاحب اور مرزائی جماعت کو اپنے قرآن دانی پر چونکہ بہت دعویٰ ہے اور قرآن میں ایسی جدت کو کام میں لائے ہیں جو آج تک کسی نے نہیں کی اس لیئے بقول شخصے آہن باآہن تواں کرد نرم ہم بھی یونس علیہ السلام کے واقعہ کے متعلق جو آیات قرآن میں ہیں اوس کے معنے بیان کرتے ہیں تاکہ مرزائیوں کو معلوم ہو اور اون کی آنکھیں کھلیں کہ جدید معنی دوسروں کو بھی کرنے آتے ہیں لیکن سلف کے معنی چونکہ اسلم ہیں اس لئے علماء نے اونھیں اختیار کیا مگر مجبوراً ہمنے مرزا صاحب کی روش اختیار کی مگر ناظرین انصاف سے ہمارے اون معانی کو مرزا صاحب سے مقابلہ فرمائیں اور دیکھیں کہ جو ہم نے آیات قرآنی کے معنی کئے ہیں وہ الفاظ قرآن پر زیادہ چسپاں ہیں یا جو مرزا صاحب بیان کرتے ہیں میں جماعت مرزائی سے کہتا ہوں کہ ہم بھی قرآن کے جدید معنی بیان کرتے ہیں اوس کو غلط ثابت کریں اور کہیں کہ اس میں کیا نقصان ہے اور اس کا کیا جواب ہے۔ قرآن میں حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ ان چار سورتوں میں ہے۔

سورۂ یونس۔ سورۂ انبیا۔ سورۂ صافات۔ سورۂ نون

اب میں اون چاروں مقامات کی آیات نقل کرکے جو اون سے ثابت ہوتا ہے اُسے لکھتا ہوں

پہلی آیة

(۱) فلولا كانت قرية آمنت فنفعها ايمانها الا قوم يونس لما آمنوا

کشفنا عنھم عذاب الخزی فی الحیوٰۃ الدنیا ومتعناھم الی حین

(یونس جز ۱۱-۱۰۶)

یعنی کسی آبادی کے تمام آدمی ایسے نہیں ہوئے جو اپنے نبی پر وہ سب کے سب ایمان لانے سے مستفید ہوئے ہوں ہاں یونس نبی کی تمام قوم اوس پر ایمان لائی اور ہم نے اونھیں عذاب یعنی دنیا کے چند روزہ زندگی میں رسوائی اور ذلت سے نجات دی۔ جس میں وہ قبل ایمان لانے کے مبتلا تھے۔ اور عزت اور راحت کی زندگی عطا کی گئی۔

اس آیۃ سے دو باتیں ثابت ہوئیں اول یہ کہ یونس نبی کی قوم دیگر نبیوں کی قوم سے اس امر میں ممتاز ہے کہ یہ تمام قوم یونس علیہ السّلام پر ایمان لے آئی بخلاف دوسری قوموں کے کہ وہ تمام بالکلیہ اپنے نبی پر ایمان نہیں لائیں۔ چنانچہ قرآن میں۔ الا قوم یونس کا لفظ اس امر پر کافی شہادت ہے کیونکہ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ قوم یونس ایمان لائی اور جب قوم یونس میں کوئی تخصیص نہیں تو تمام ہی مراد ہوگی اور نہ تخصیص کے لئے کوئی دلیل ہونی چاہیئے اسکے علاوہ سورۂ صافات میں ہے۔ وَارسلناہ الی مِائۃ الفٍ او یزیدون فامنوا۔ یعنی یونس جس قوم کی طرف بھیجا گیا وہ تمام ایمان لے آئی اس سے بھی معلوم ہوا کہ یونسؑ کی تمام قوم (یعنی جس طرف وہ نبی بناکر بھیجے گئے تھے) ایمان لائی چنانچہ علاّمہ ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ والغرض انہ لم یوجد قریۃ امنت بکمالھا بنبیھم ممن سلف من القری الا قوم یونس (صفحہ جزو ۵) یعنی کوئی بستی یونسؑ کے قوم کے سوا ایسی نہیں ہے جو تمام اپنے نبی پر ایمان لائی ہوں۔

الغرض قوم یونسؑ کا استثنا جو اس آیہ میں ہے وہ صرف اس اختصاص اور امتیاز کی وجہ سے ہے کہ وہ تمام بلا استثنا ایمان لائے اس کے سوا کوئی اور دوسری وجہ

استثنار کی نہیں جیسا کہ خیال ہے کہ عذاب کے وقت ایمان کا معتبر ہونا قوم یونس کا خاصہ ہے اور یہ خیال اسلئے صحیح نہیں کہ یونس کی قوم کے سوا بھی دیگر قوموں کا ایمان ایسی حالت میں معتبر ہوا ہے جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔

دوسری بات جو اس آیۃ سے معلوم ہوئی وہ یہ ہے کہ قوم یونس ایمان کے پہلے ایسے عذاب میں مبتلا تھی جس نے اونھیں خوار و ذلیل بنا رکھا تھا یعنی وہ نہایت ذلیل اور خوار اور مصائب میں گرفتار تھی اور جب وہ ایمان لے آئی تو اب اون کو دوسری زندگی عطا ہوئی اور ایمان کی وجہ سے اونھوں نے ہر قسم کی ترقی کی اور چین و آرام کی زندگی بسر کرنے لگی چنانچہ اس آیۃ کے یہ الفاظ لما امنوا کشفنا عنھم العذاب اسپر صاف طور سے دلیل ہیں کیونکہ لغت عربی میں لفظ کشف کے معنی کسی موجودہ شی کے ہٹانے اور زائل کرنے کے ہیں اقرب الموارد میں ہے کشف الشی ای رفع عنہ ما یوار یہ ویغطیہ

اس کے علاوہ خود مرزا صاحب نے تفسیر کبیر کی جس حدیث صحیح سے چالیس روز کی قطعی مدت اور وعدہ بیان کیا ہے اوس میں قوم یونس پر عذاب ہونا مذکور ہے تو ایسی حالت میں کسی احمدی کا یہ کہنا کہ قوم یونس پر عذاب نہیں تھا خود مرزا صاحب کی تکذیب ہے اور تومن ببعض و تکفر ببعض کی قبیلہ سے ہیں۔

مسلمانو جماعت احمدیہ کو دیکھو کہ اون کی خواہش اور ہوس کے جو خلاف ہو خواہ وہ حدیث سے ثابت ہو یا قرآن سے تو اوسے ردی بنا کر پس پشت ڈال دیتے ہیں اور جو اون کی ہوس کے موافق ہو خواہ وہ کیسی ہی ضعیف اور کمزور آواز کیوں نہو اوسے مہر نیمروز بنا دیتے ہیں اور ایک ہی حدیث کے دو حصوں پر مختلف رائے دیتے ہیں خیال کرو کہ قوم یونس پر عذاب کا بیان صرف اسی جگہ ہے پھر کیا اس آیۃ میں کوئی ایسا لفظ ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ یہ عذاب کی وعید کے بعد تھا اور خدا نے یا یونس علیہ السلام نے پہلے سے انھیں عذاب دیدیا تھا

اور اونھیں منتظر بنا رکھا تھا ہرگز نہیں بلکہ یہاں سے تو صاف ظاہر ہے کہ قوم یونسؑ پہلے سے دنیا کی ذلت و رسوائی کے عذاب میں مبتلا تھی اور ایمان لانے سے وہ عذاب دور ہوگیا اس کے سوا یہاں نہ کسی وعید کا پتہ ہے نہ وعدہ کا ایجماعت احمدیہ اگر تم اپنے اس دعویٰ میں سچے ہو کہ یونسؑ نبی نے بذریعہ وحی کے پیش گوئی عذاب کی دی تھی تو بتلاؤ کہ اس میں کونسا وہ لفظ ہے جس سے یہ پیش گوئی معلوم ہو اور اگر قرآن سے یہ پیش گوئی وعید کی ثابت نہیں تو پھر کیا محض احادیث سے قطعی وعید ثابت ہوگی یہ تو کہو کہ امر قطعی کس دلیل سے ثابت ہوتا ہے

(۲) ذوالنون اذ ذھب مغاضباً فظن ان لن نقدر علیہ فنادیٰ فی الظلمات ان لاّ اله الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین فاستجبنا له ونجیناه من الغم وکذالك ننجی المؤمنین ط (انبیا جزو-۱۷-۶-۵)

یعنی یونس نے ہجرت کی اور اس خیال سے کہ ہم اوس پر تنگی نہ کریں گے اوس نے مصیبت میں مجھ سے فریاد کی اور کہا کہ اے قدوس یکتا پاک اور بے عیب تو تو ہی ہے اور میں تو قصوروار ہوں تب ہم نے اوس کی فریاد سُنی اور اوس کے رنج و غم کو دور کیا اور ایمان والوں سے ہم ایسا ہی معاملہ کرتے ہیں۔

اس آیۃ میں مغاضباً کے معنی مراغماً یعنی مہاجراً کے ہیں چنانچہ تاج العروس۔شرح قاموس اور لسان العرب میں ہے۔تاج العروس میں ہے (مغاضبة راغمته) وبه فسر قوله وذا النون اذ ذھب مغاضباً ای مراغماً لقومه۔

لسان العرب میں ہے (غاضبه راغمه) تاج العروس میں ہے

(وراغمهم نابذهم وخرج عنهم وهجاهم وعاداهم)
لسان العرب میں ہے (وراغمہم ھجرھم) بعض نے اس کے یہ
معنی بھی کئے ہیں کہ یونس علیہ السلام خدا پر غصہ ہو کر بھاگے لیکن جب ہم
یہ خیال کرتے ہیں کہ خدا پر غصہ تو عام مسلمانوں کی شان سے بعید ہی نہیں
بلکہ کفر ہے اور یونسؑ تو نبی تھے اون کی طرف ایسے خیال سے بھی جسم پر لرزہ
آتا ہے اور دل کانپتا ہے اور دیکھو مرزا صاحب بھی انجام آتھم کو ص ۲۶۶
میں یہی لکھتے ہیں ولا یلیق لاحد ان یغضب علی رب العالمین
ہیچکس را نمی سزد کہ بر خدا ے تعالے خشمناک شود یعنی کسی کو
خدا پر غصہ کرنا درست نہیں۔

اے جماعت احمدیہ بتلاؤ تو جب تمھارے پیغمبر کے نزدیک عامی شخص کو
بھی خدا پر غصہ سزاوار نہیں تو پھر اپنے پیغمبر کو کیا کہو گے جو وہ یہ کہتا ہے کہ
لاجل ذالک ذھب یونس مغاضبا من حضرۃ الکبریاء - یعنی
اسی لئے یونس نے خدا پر غصہ کیا۔

کیا مرزا صاحب کے نزدیک یونسؑ نبی نعوذ باللہ عامی سے بھی گرے
ہوئے تھے اور چوپاؤں کی طرح تھے جو خدا پر غصہ کیا یہاں حافظ نباشد کی
مثال نہایت چسپاں ہوتی ہے اصل یہ ہے کہ ایسے لکھنے سے خود مرزا صاحب کا
ضمیر اون پر ملامت کرتا ہوگا اور درحقیقت یہ جو کچھ مرزا صاحب نے حضرت یونسؑ
کے شان میں لکھا ہے وہ واقعات نہیں بلکہ یہ اون کی دلی کیفیت کا آئینہ ہے
لیکن یاد رہے کہ کوئی شخص اپنے تلبیسات کی سیاہی سے سچائی کی روشنی کو نہیں
چھپا سکتا۔ میں کہتا ہوں کہ قرآن کے کسی حرف سے اس کا رایحہ بھی نہیں ملتا
کہ خدا نے یونسؑ نبی سے عذاب کا وعدہ کیا تھا لیکن مرزا صاحب اپنے جھوٹ پر

روغن قاز ملکر او سے یوں چمکاتے ہیں کہ جب خدانے یونس سے وعدہ کیا اور پھر وعدہ خلافی کی تو یونس خدا پر غصہ ہوا اور اپنے کج فہمی سے ہمت اور راستی کو چھوڑ دیا۔

ولما ترك یونس بسوء فهمه الاستقامة والاستقلال کو آئینہ صفحہ ۲۵ میں پڑھو۔

مرزا صاحب نے اپنی بات بنانے کے لئے یونس علیہ السلام کو کج فہم گمراہ۔ خدا سے غصہ کرنے والا ٹھہرایا۔

ناظرین ذرا انصاف اور ایمان اور خوف خدا کی روشنی میں مرزا صاحب کے ان الہامات کو ملاحظہ فرمائیں کہ ایک نبی برگزیدہ راستی کا ستون ہدایت کا سرچشمہ انہیں اوصاف سے یاد کیا جا سکتا ہے اور کیا انبیاء جو لوگوں کے لئے آفتاب ہدایت بنکر چمکتے ہیں انھیں کثافات اور آلودگیوں میں مبتلا ہو سکتے ہیں واللہ ما یقولون الا کذبا۔

تیسری آیۃ

(۳) وَاِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ اِذْ اَبَقَ اِلَی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِیْنَ ۝ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِیْمٌ ۝ فَلَوْلَا اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ ۝ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِهٖۤ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ۝ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِیْمٌ ۝ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَیْهِ شَجَرَةً مِّنْ یَّقْطِیْنٍ ۝ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰی مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ یَزِیْدُوْنَ ۝ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰی حِیْنٍ ۝ (صافات جزو ۲۳ ع ۵)

یعنی یونس بلا شبہہ اپنے عہد رسالت میں ایک بھری ہوئی کشتی پر بھاگ کر آیا۔ اور باہم قرعہ اندازی ہوئی پھر یونس ع پھسلا اور مچھلی ادسے نگل گئی جس پر یونس ع کے

ضمیر نے اوسے ملامت کی۔ یونس اگر عبادت گذار بندوں میں سے نہوتا تو
وہ قیامت تک یہاں ٹھہرا رہتا۔ لیکن ہم نے اوسے اس سے نجات دی اور
خشکی کے ایک میدان میں درخت کے سایہ تلے پہونچایا اور وہ نہایت ہی ضعیف
بیمار کی طرح ہوگیا تھا۔ ہم نے یونسؑ کو ایک لاکھ سے زائد کی طرف بھیجا اور وہ
عام اوسپر ایمان لائے اور ایک زمانہ تک ہم نے اونھیں نفع پہونچایا۔

اور دحاض متعدی ہے جس کے معنی ازلاق کے ہیں اور انسان کے افعال
میں چونکہ خدا سے تعالےٰ کو بھی دخل ہے اس لئے یہاں یونسؑ کے پھسلنے اور
لغزش کو خود یونسؑ کی طرف منسوب نہیں کیا گیا بلکہ اس فعل کی خدا نے اپنے طرف نسبت
کی اور یونسؑ نبی کو مدحضین سے ٹھہرایا یعنی مفعول قرار دیا اور یونسؑ کی طرف
نسبت کی تاکہ معلوم ہو کہ یہ امر خدا کے حکم اور اراد ے سے ہوا لیکن ہمنے ترجمہ
میں حال بیان کیا ہے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ یونس علیہ السّلام دریا میں گرائے گئے اور وہ قصدًا
نہیں گرسے ورنہ اون پر اقدام قتل اور خودکشی کا جرم عائد ہوگا اور یہ عامی مسلمان
سے بھی بعید ہے اور وہ تو نبی تھے بلکہ لفظ مدحضین سے تو صاف معلوم ہوا کہ
یہ فعل یونس علیہ السلام کا تھا ہی نہیں اور اون سے قصدًا اور بالاختیار
ایسا نہیں ہوا تھا۔

اور جب کہ خودکشی حرام ہے۔ اور سخت گناہ ہے اور قانونًا وہی اتنا
بڑا جرم ہے کہ اوس کے لئے سخت سے سخت سزا ہے تو پھر کسی نیک دل
خدا پرست کے خیال میں اس قسم کا وہم بھی نہیں ہو سکتا کہ یونس علیہ السلام نے
خودکشی کی ہوگی اور ایک اولوالعزم برگزیدہ خصوصًا نبی کیا اتنے بھاری جرم اور
گناہ کا ارتکاب کریگا اور کیا جو شخص دنیا سے جرائم اور برائی کے مٹانے اور محو کیلئے

آئے اور خلق کا سرچشمہ ہدایت اور صلاح اور تقویٰ اور نیکی کا علمبردار ہو تو وہ خود بھی جرائم کی نجاست سے آلودہ ہو سکتا ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں میرا اور تمام اہلسنت کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء معصوم ہیں اور اون کی عقل اون کے عمل پر حاکم ہے۔ اس لئے ان سے کسی گناہ کا ہونا ناممکن ہے۔ اب مرزا صاحب کی رام کہانی اور وسوسہ شیطانی سنئے آپ انجام آتھم کے صفحہ ۲۲ میں فرماتے ہیں (وما رای طریقا یختارہ فالقی نفسہ فے البحر الزخار۔ وہیچ راہے ندید کہ آنرا اختیار کند ناچار خویشتن را بدریا درانداخت۔ یعنی مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ یونس ع نے اس خیال سے کہ لوگ مجھے جھوٹا کہیں گے اور طعن اور تشنیع کریں گے خودکشی کی اور دریا میں گر پڑے جماعت احمدیہ سے یہاں میں چند باتیں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔

(۱) اگر واقعی یونس ع سے خدا نے وعدہ کیا تھا اور اونھوں نے خدا کے اس وعدہ کے موافق لوگوں کو عذاب کی خبر دی تھی جیسا کہ مرزا صاحب کہتے ہیں تو یونس علیہ السلام اس خبر میں صادق اور نہایت صاف تھے اور واقع میں وہ جھوٹ کی آلودگی سے پاک تھے اور یہ امر ظاہر ہے کہ جسکو خود یونس ع بھی جانتے ہوں گے اور انبیا کیا بلکہ ہر خدا پرست کی یہ کوشش ہوتی ہے بلکہ یہی اوسکا اعلیٰ مقصود ہے۔ کہ اوس کا معاملہ خدا سے صحیح اور درست رہے خواہ دنیا کے لوگ کچھ کہیں وہ اُن کے کہنے سننے کی طرف توجہ بھی نہیں کرتے۔ لایخافون فی اللہ لومۃ لائم اون کی ادنیٰ صفت ہے صلحاء۔ اور انبیاء اور خدا پرستوں کے واقعات اسپر شاہد عدل ہیں کہ اونپر بیجا اتہام لگائے گئے۔ جادوگر۔ کذاب۔ مفتری وغیرہ وغیرہ خطابات سے یاد کئے گئے۔ کیا دنیا میں کوئی ایسا نبی ہوا ہے جسپر اوسکی قوم نے اتہام نہیں لگایا اور طعن نہیں کیا جھوٹا نہیں بنایا یہ تو عوام جہال کفار فساق کی صفت قدیمہ ہے پھر تعجب ہے کہ یونس علیہ السلام نے محض اس خیال سے کہ کفار اونھیں طعن کریں گے جھوٹا کہیں گے

خودکشی کی کیا بخیال مرزا صاحب اس واقعے کے قبل یہ لوگ یونس علیہ السلام پر طعن نہیں کرتے تھے۔ اور اون کی تکذیب نہیں کی پھر اوس وقت یونس علیہ السلام کیونکر ان الفاظ کے متحمل ہوتے۔ مرزائی جماعت خدا سے ڈر کے اور ایمان سے کہے کہ ایسا شخص جو بُرے الفاظ کا بھی متحمل نہو سکے وہ نبوت کے بارگراں کا اہل ہو؟ یہ تو یونس علیہ السلام پر الزام نہیں بلکہ خدا پر ہے۔ بقول شخصے چندیں سال خدائی کردی دگا دُخر رانشناختی۔

(۳) وعید کی پیشین گوئی کا توبہ اور استغفار سے ٹل جانا اگر سنت اللہ ہے اور عادت قدیمہ حضرت باری جل اسمہ کی ہے اور تخویف اور انذار کی میعادیں تقدیر مبرم کی شرح نہیں ہوتیں اور چونکہ یہ سنت اللہ مستمرہ اور قدیمہ ہے اس لئے انذار اور تخویف کے الہامات میں کچھ ضرور نہیں ہوتا کہ شرط کے طور پر اس سنت اللہ کا الہام میں بھی ذکر کیا جائے کیونکہ کوئی الہام اس سنت اللہ کے مخالف ہو ہی نہیں سکتا۔ جیسا برق آسمانی صفحہ ۲۶ میں مرزا صاحب کے اشتہار مورخہ ۲۶ ستمبر سنہ ۱۸۹۴ء سے نقل کیا ہے تو ہم پوچھتے ہیں کہ یونس علیہ السلام کو اس سنت اللہ اور عادت مستمرہ بلکہ متواترہ اور بدیہی کا علم تھا یا نہیں۔ اگر علم تھا تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ یونس علیہ السلام نے اس وعید کو ایسا قطعی سمجھ لیا جس میں تخلف ممکن نہیں جیسا مرزا صاحب انجام آتھم کے صـ۲۲ میں لکھتے ہیں استیقن ان العذاب قطعی لا یرد وانہ سیقع فی المیعاد اور کیوں یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو وعید کی خبر دیتے وقت اس سنت اللہ کو بیان نہ کیا تاکہ دوسرے وقت پر جھوٹ کے الزام سے بچتے اور کس لئے یونس علیہ السلام نے خدا پر غصہ کیا کیونکہ خدا نے سنت قدیمہ مستمرہ کے موافق جسکا علم یونس علیہ السلام کو تھا اس وعید کو ٹال دیا پھر اوس میں یونس علیہ السلام کے عفو کی کوئی وجہ نہیں اور اگر اس سنت قدیمہ مستمرہ متواترہ کا علم یونسؑ کو نہ تھا

تو اول تو یہ امر نہایت ہی حیرت خیز ہے کہ جس کا علم مرزا صاحب کو ہوا اور سنت اللہ ہو
اور خدا کی عادت قدیمہ ہو مگر یونس علیہ السلام جیسے برگزیدہ نبی کو اوس کا علم نہ ہو
یا للعجب مگر اس پر بھی دریافت طلب یہ امر ہے۔ کہ جب یونس علیہ السلام کو
اس کا علم نہ تھا تو خدا نے کیوں وعید کے وقت اس سنت کا ذکر نہ کردیا۔ تاکہ
یونس علیہ السلام اس رسوائی اور ذلت سے بچتے اور خودکشی نہ کرتے۔ وائے
برحال جماعت احمدیہ کہ جو سنت مستمرہ ہو۔ عادت قدیمہ ہو جس کا ذکر تمام کتابوں
میں ہوا اور تمام الہام اس سنت کے موافق ہوں۔ پھر یونسؑ نبی کو نہ خود اوسکا
علم ہوا اور نہ خدا ہی اوس کو بتلائے جس کا نتیجہ یہ ہو کہ یونس علیہ السلام
لوگوں میں جھوٹے ٹھہریں اور خودکشی کریں نعوذ باللہ من ذلک الھفوات
والخرافات۔

(۳) مرزا صاحب نے یونس علیہ السلام کی نقل تو کی لیکن میں کہتا ہوں کہ ناتمام
رہی اس لئے کہ یونس علیہ السلام تو وعید کی پیشین گوئی ٹل جانے پر محض اس خیال
سے کہ اون کی قوم طعن وتشنیع کرے گی اور جھوٹا ٹھہرائے گی دریا میں ڈوب گئے۔
اور مرزا صاحب باوجودیکہ قوم نے اون کو جھوٹا۔ دغا باز۔ مکار۔ بوالہوس۔
نفس پرست۔ بندۂ شہوت سب کچھ کہا مگر دریائے شرم وحیا میں بھی نہ ڈوبے

(۴) وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ۝
لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ
مَذْمُوْمٌ ۝ فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ (ن
جزو ۲۹ ع ۲)

اور تم یونس کی طرح نہ ہو جب کہ اوس نے مصیبت میں فریاد کی اگر خدا
اوس پر رحم نہ فرماتا تو وہ میدان میں کس مپرسی کی حالت میں پڑا رہتا لیکن اوسکے

رب نے اوسے نوازا اور صالحین سے بنا دیا۔

قرآن میں ان چار مقام میں حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر ہے ان آیات سے جو امر معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یونسؑ بھی مثل دیگر رسولوں کے خدا کے رسول تھے جن کو خدائے تعالےٰ نے اپنے رحمت سے مخصوص کیا اور صالحین سے ٹھہرایا۔ یونس علیہ السلام نے اپنی جگہ سے ہجرت کی اور راستہ میں ایک ایسی کشتی پر پہونچے جو بھری ہوئی تھی اور چونکہ اوس میں جگہ کم تھی اور آدمی زیادہ لہٰذا رفع نزاع کے لئے اوس پر سوار ہونے کے لئے باہم قرعہ ڈالا گیا۔ اور یہ ٹھہرا کہ جس کا نام قرعہ میں آئے وہ سوار ہو اس میں یونسؑ پھسل کے دریا میں جا گرے اور مچھلی اون کو کھا گئی۔ اوس وقت یونس علیہ السلام نے خدا کے ساتھ حسن ظن کیا اور سمجھا کہ خدا مجھ پر سختی نہ کرے گا اور وہ ضرور مجھے اس مصیبت سے رہائی بخشے گا یہ سمجھکر خدا سے فریاد کی اور حمد و ثنا کے بعد اپنے عجز اور اوس کی قدرت کا اظہار کیا اس پر خدا نے اپنی رحمت سے اونھیں خشکی میں درخت کے سایہ میں پہونچا دیا اگر خدا اس وقت اپنا رحم نکرتا تو بظاہر کوئی صورت یونس علیہ السلام کے بچنے کی نہ تھی کیونکہ وہ تو ہلاک ہو ہی چکے تھے پھر خدا نے ایک لاکھ سے زائد کی طرف اون کو بھیجا تاکہ اون کو خدا کے احکام پہونچائیں اور یہ قوم قسم قسم کے مصائب اور تکالیف دنیاوی اور ذلت و رسوائی میں گرفتار تھی لیکن جب ایمان لے آئی تو خدائے تعالےٰ نے ان تمام مصائب و رسوائی وغیرہ کو اون سے دور کیا اور پھر نہایت چین اور راحت کی زندگی عطا فرمائی۔ مفسرین کو اس بارے میں اختلاف ہے کہ یونس علیہ السلام اپنے قوم کی طرف مچھلی کے واقعہ کے بعد میں گئے تھے۔ یا پہلے ابن عباس کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مچھلی کا واقعہ قبل کا ہے لیکن زیادہ علماء کی رائے یہی ہے کہ

مچھلی کا واقعہ بعد میں پیش آیا اور یونس علیہ السلام اس کے قبل اپنی قوم کی طرف بھیجے گئے لیکن قرآن سے اس کی تعیین مشکل ہے اور جو روایات اس کے متعلق ہیں اگر اون کی سندوں پر نظر نہ بھی کی جائے تب بھی اون میں جو اختلاف ہے وہ بجائے خود اس شہادت کے ناکافی ہونے کے لئے پوری ضمانت ہے

یونس علیہ السلام کا دریا میں گرنا اس میں بھی مفسرین کو اختلاف ہے بعضے کہتے ہیں دوسرے لوگوں نے اون کو دریا میں چھوڑ دیا۔ اور بعض کا بیان ہے کہ یونس علیہ السلام خود گر پڑے اور حضرت یونس علیہ السّلام کا یہ گرنا بدرجہ مجبوری تھا۔ جبکہ کشتی کو تلاطم کی وجہ سے غرق ہونے کا قوی اندیشہ ہوا۔

نہ اختیاری جیسا مرزا صاحب نے بیان کیا ہے۔ لیکن قرآن کے لفظ سے اس معنی کی کامل تائید ملتی ہے کہ وہ لغزش سے گرے جیسا پہلے ہم لکھ آئے ہیں قرآن نے اپنے بیان میں اس امر پر بھی روشنی نہیں ڈالی کہ مچھلی سے یونس علیہ السلام کس طرح برآمد ہوئے۔ اور خشکی پر پہونچے۔

اس میں مفسرین کی حدیثوں کو باور کرنے کے لئے ضرور ہے کہ اون کی سندوں پر غور کیا جائے کہ سند کہاں سے حاصل کی گئی اور لائق اعتبار رہ یا نہیں محدثین کے عام اصول کے موافق ان سندوں کا اختلاف ان کے ضعیف ہونے کی کافی شہادت ہے۔

یہاں یہ امر زیادہ توجہ کے لائق ہے کہ قوم یونس کے ایمان سے عذاب دور ہونے کی کیا صورت ہوئی۔ اس میں جب ہم قرآن کے الفاظ کو دیکھتے ہیں اور خدائے تعالےٰ کے ارسال رسل کے قانون کو پڑھتے ہیں تو وہ جس نتیجہ پر اور جس فیصلہ پر پہونچاتا ہے وہ نہایت ہی صاف اور روشن ہے اس نتیجہ سے پہلے مجھے ارسال رسل کے قانون کو بھی دہرادینا مناسب ہے۔

یہ امر توظاہر ہے کہ انبیاء دنیا سے فساد مٹانے اور تمدن اور اخلاق کی اصلاح کے لئے مبعوث کئے گئے۔

جس قوم میں فساد کے شرارے تیز ہوں اور یہ تباہ کن آگ مشتعل ہو اور اخلاق اور تمدن دونوں کا اون میں نشان نہو تو اوس قوم سے بڑھکر بدنصیب اور مصیبت زدہ اور مبتلائے عذاب کون ہوسکتا ہے۔ اور انسان کے لئے اس سے زیادہ اور کیا تکلیف اور عذاب ہوگا کہ انسان کی زندگی چوپاؤں سے بھی گری ہوئی ہو اور نہایت ہی ذلت اور رسوائی کی زندگی ہو۔ لیکن ایمان کی بارش ہوتے ہی اون میں انقلاب عظیم ہوجاتا ہے اور تمام ویران اور اوجڑا ہوا تمدن اور اخلاق کا قطعہ سرسبز اور شاداب ہوجاتا ہے۔ اور فساد کی آگ ایکبارگی بجھ جاتی ہے۔ اور نکبت اور فلاکت اور ذلت کے عمیق غار سے نکل کر فلاح اور کامیابی اور عزت اور کمال کے زریں تخت پر سلطنت کرنے لگتی ہے۔

اس کی تصدیق کے لئے دور نجاؤ عرب ہی کے تاریخی صفحات پر نظر ڈالو۔ اور دیکھو کہ قبل نبوت عرب کے قوم کی کیا حالت تھی اور ایمان کے بعد وہی قوم کیا سے کیا ہوگئی۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایمان سے پہلے یونس علیہ السلام کے قوم کی حالت بھی ہر طرح تباہ تھی یعنے اخلاق۔ تمدن دونوں کا اون میں نشان نہ تھا جس کی وجہ سے وہ ذلیل اور نہایت ہی نحوست اور ادبار اور فلاکت وغیرہ میں مبتلا تھے۔ اور اسی وجہ سے اون میں حضرت یونس علیہ السلام رسول بناکر بھیجے گئے جیسا سنت اللہ ہے اور عادت قدیمہ خدائے تعالےٰ کی ہے کہ جب کسی قوم کے معاملات اور اخلاق وغیرہ خراب ہوجاتے ہیں اور وہ اس کی وجہ سے دنیا کی ذلت اور رسوائی کے عذاب میں مبتلا ہوجاتی ہے تو اللہ تعالےٰ اوس قوم کو اس عذاب سے نجات دیدینے کے لئے اوس میں رسول کو بھیجتا ہے اور جب یہ قوم حضرت یونس پر

ایمان لائی اور اوس روشنی سے اون کے دل روشن ہوگئے تو اب ایمان کی بارش نے اون کے دینی اور دنیاوی مقاصد کی زراعت کو سرسبز اور شاداب کردیا۔ اور کامرانی کے ساتھ وہ عزت کی زندگی کے ہمکنار ہوئے چنانچہ قرآن نے اسی معنے کو نہایت صاف لفظوں میں ادا کیا ہے اس موقع پر ہم پھر آپ کو قرآن کے الفاظ کی طرف توجہ دلاتے ہیں اون کو پڑھو اور خوب غور سے پڑھو لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ط یعنی قوم یونس جو دنیا کی زندگی میں ذلت اور رسوائی کے عذاب میں مبتلا تھی وہ ذلت ورسوائی ایمان کی وجہ سے زائل ہوگئی اور اب وہ کامیابی اور عزت کی زندگی بسر کرنے لگی ایمان کی وجہ سے یہ تغیر وتبدل کچھ قوم یونسؑ ہی سے مخصوص نہیں بلکہ یہ ایمان کا خاصہ لازمہ ہے اور یہ اوس کا ممتاز اور روشن اثر ہے اور جن قوموں میں انبیا آئے ہیں اون تمام میں یہی جزر و مد ہوا ہے لیکن جس امر کی وجہ سے قوم یونسؑ قابل ستائش اور ذکر ہوئی وہ صرف یہی ہے کہ یہ قوم بلا انکار اول ہی بار ایمان لے آئی چنانچہ اس آیہ سے وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ فَاٰمَنُوْا۔ یہ امر نہایت روشن ہے کہ قوم یونسؑ تمام بلا انکار کے ایمان لے آئی کیونکہ عرب میں فا تراخی بلا مہلت کے لئے ہے اور جبکہ کوئی امر ایسا نہیں جس کی وجہ سے ہم اوس کے خلاف معنی لیں تو آیۃ اپنے ظاہر معنی پر لی جائے گی۔

قرآن میں کسی جگہ سے بھی یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یونسؑ کی قوم نے یونس علیہ السلام کی مخالفت کی اور تکذیب کی اور باہم مخالفت کی آگ بھڑکی اور وعدہ وعید تک نوبت پہونچی۔

ہاں تفسیروں میں ایسی روائتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یونسؑ کی قوم نے پہلے بار تکذیب کی اور اون پر عذاب آیا اور اونھیں روایات میں سے

کسی روایت میں یہ بھی ہے کہ یونسؑ نے اپنی قوم سے عذاب کا وعدہ کیا چونکہ ان روایات میں سخت اختلاف ہے اور یہ اختلاف اس درجہ تک پہنچ گیا ہے کہ جس کی وجہ سے اصل واقعہ نہایت ہی تاریکی میں آجاتا ہے اور واقعات سے گذر کر خطابیات میں داخل ہوجاتا ہے اور اون گواہوں کے اس قدر اختلاف کے بعد حاکم ان تمام گواہوں کی شہادت کو جعلی ٹھہرانے پر اور فیصلہ کیلئے دوسرے دلائل کی طرف توجہ کرنے پر بے اختیار ہوجاتا ہے اس لئے وہ قابل اعتبار نہیں خصوصًا اوس وقت میں جبکہ وہ قرآن کے بھی خلاف ہوں اور خدائے تعالیٰ کی سنت قدیمہ اور عادت مستمرہ کے بھی اب میں یہاں اون گواہوں کے بیانات کو لکھتا ہوں تاکہ ناظرین انصاف سے دیکھ کر خود فیصلہ کریں کہ مرزا صاحب کے یہ روایات قابل اعتبار ہیں یا نہیں اور ایسی گواہی قابل وثوق ہوسکتی ہے یا نہیں۔

شاهد اول

حدیث ابن عباس رضؓ کی

پہلی روایت

تفسیر کبیر نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہی کہ یونسؑ پر خدانے وحی کی کہ اپنے قوم سے کہدو کہ اگر وہ ایمان میں داخل نہوگی تو عذاب میں مبتلا کی جائیگی جب قوم نے نمانا تو یونسؑ وہانسے نکل گئے اور قوم نے یونسؑ کو جب ندیکھا تو نادم ہوئی اور ایمان لائی۔

عن ابن عباسؓ فاوحی اللّٰہ تعالیٰ الیہ قل لھم ان لم تومنوا جاءکم العذاب فابلغھم قالوا فخرج من عندھم فلما فقدوہ ندموا علی فعلھم فامنوا بہ انتہی بقدر الحاجہ

التفسیر کبیر صفحہ ۱۸۵ جزو ۶

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یونس علیہ السلام نے قطعی عذاب کا وعدہ نہیں کیا تھا بلکہ یہ عذاب نہ ایمان لانے سے مشروط تھا۔ دوسرے یہ بھی معلوم ہوا کہ عذاب کے لئے کوئی وقت بھی متعین نہیں کیا تھا۔

اب مرزا صاحب کی جرأت کو ملاحظہ فرمائیے کہ وہ لکھتے ہیں کہ یونس علیہ السلام نے جو وعدہ عذاب کا کیا تھا اوس میں شرط نہیں تھی اور اگر کسی حدیث وغیرہ میں شرط ہے تو دکھاؤ چنانچہ انجام آتھم صفحہ ۲۲۶ میں مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

کہ یونسؑ کا قصہ پچھلی کتب اور قرآن و حدیث میں ہے لیکن کسی شرط کا ذکر نہیں اور اگر نہ مانو تو شرط دکھاؤ کہ کہاں ہے اور جان بوجھ کر نادان نہو واقعی یونس علیہ السلام کے وعدۂ عذاب میں شرط نہ تھی۔	وان قصة یونسؑ موجودة فی القرآن والکتب السابقة والاحادیث النبویة ولیس هناك ذکر شرط مع ذکر العقوبة وان لم تقبل فعلیك ان ترینا شرطًا فی تلك القصة فلا تکن کالاعمٰی مع وجود البصارة واعلم ان الشرط لم یکن اصلا فی القصة المذکورة۔

اور اُسی کتاب کے صفحہ ۳۰ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

خدائے تعالےٰ نے یونسؑ نبی کو قطعی طور پر چالیس دن تک عذاب نازل ہونے کا وعدہ دیا تھا۔ اور وہ قطعی وعدہ تھا جس کے ساتھ کوئی بھی شرط نہیں تھی جیسا کہ تفسیر کبیر صفحہ ۱۶۴ میں اور درمنثور میں احادیث صحیحہ کے رو سے اس کی تصدیق

موجود ہے۔

مسلمانو! - دیکھو مرزا صاحب نے کس طرح پُرزور الفاظ میں دعویٰ کیا ہے کہ یونس علیہ السلام سے بلا شرط قطعی عذاب کا وعدہ تھا اور کسی حدیث میں شرط کا ذکر نہیں اب آپ ابن عباس کی اس حدیث کو جو تفسیر کبیر سے ہم نے نقل کی ہے پڑھو کہ اس میں شرط ہے یا نہیں نہایت تعجب ہے کہ مرزا صاحب ایسے دعوے زور سے کر دیتے ہیں اور یہ خیال نہیں فرماتے کہ جانچ میں جب ان کی ملمع سازی اور قلعی نکل جائے گی۔ تو وہ دیکھنے والے جن کے سامنے یہ کھوٹی متاع پیش کرتا ہوں میرے نسبت کیا رائے قائم کرنے پر مجبور رہوں گے۔ اب جماعت احمدیہ دیکھے کہ اس حدیث میں شرط ہے یا نہیں اور مرزا صاحب کا فرمانا کہ کسی حدیث میں شرط نہیں ہے اور بلا شرط قطعی وعدہ تھا یہ جھوٹ اور فریب اور دھوکا ہے یا نہیں کیا مرزا صاحب نے تفسیر کبیر نہیں دیکھی پھر کیوں جان بوجھ کر حق کو چھپایا اور حق پر تلبیس کی سیاہ چادر ڈالی کیا اون کو معلوم نہیں کہ سچائی کے نور کے سامنے یہ سیاہی ٹھیر نہیں سکتی ناظرین اس حدیث میں ان تین باتوں کو خصوصیت سے یاد رکھیں۔

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یونس علیہ السلام نے قطعی عذاب کا وعدہ نہیں کیا تھا بلکہ یہ عذاب مشروط تھا ایمان میں داخل نہونے پر۔

(۲) یونس علیہ السّلام نے عذاب کے لئے کوئی تاریخ اور وقت مقرر نہیں کیا تھا۔

(۳) خدا نے اس عذاب اور شرط کی وحی کی تھی۔

ابن عباس کی دوسری روایت

تفسیر درمنثور جلد ۳ صفحہ ۳۱۸ میں ابن عباس
سے روایت ہے کہ جب یونس علیہ السّلام
نے اپنے قوم کے لئے بد دعا کی
توخدانے اونپر یہ وحی کی کہ صبح کواُن پر
عذاب نازل ہوگا۔ یونس علیہ السّلام
کی قوم کو یقین ہوگیا اور باہم یہ مشورہ
ٹھہرا کہ اپنے بچوں کے ساتھ ہر جانور
کے بچے باہر لے کر نکلیں اور خدا سے
دعا کریں کیا بعید ہے کہ خدا اون کی
وجہ سے رحم فرمائے پھر اونھوں نے
ایسا ہی کیا اور بچوں کو آگے رکھ لیا جب
عذاب آیا اور اونھوں نے دیکھا تو خدا
کی طرف متوجہ ہو کر دعا کی اور عورتیں اور
بچے رونے لگے اور جانور بھی معہ اپنے
بچوں کے چلائے تب توخدا نے رحم فرمایا
اور عذاب ہٹا کر آمد کے پہاڑوں کے
باشندوں پر بھیجدیا جو قیامت تک
اون پر رہے گا۔

واخرج ابوالشیخ عن ابن عباس
رضی اللہ عنہما قال لما دعا یونس
علی قومہ اوحی اللہ الیہ ان العذاب
مصبحھم فقالوا ماکذب یونس
ولیصبحنا العذاب فتعالوا حتی نخرج
سخال کل شئ فنجعلھا معاولادنا
فلعل اللہ ان یرحمھم فاخرجوا
النساء معھن الولدان واخرجوا
الابل معھا فصلانھا واخرجوا البقر
معھا عجاجیلھا واخرجوا الغنم
معھا سخالھا فجعلوہ اما مھم
اقبل العذاب فلما ان رأوہ جاروا
الی اللہ ودعوا وبکی النساء والولدان
ورغت الابل وفصلانھا۔ وخارت
البقر وعجاجیلھا وثغت الغنم و
سخالھا فرحمھم اللہ فصرف عنھم
العذاب الی جبال آمد فھم
یعذبون حتی الساعۃ (درمنثور جزو ۳
صفحہ ۳۱۸)

پہلی اور یہ دوسری حدیث یعنے دونوں حدیثیں ابن عباس کی ہیں اور ایک ہی

صحابی سے روایت ہے لیکن ان دونوں روایتوں میں سخت اختلاف ہے جس میں سے بعض کی طرف ہم بھی توجہ دلاتے ہیں۔

(۱) اس حدیث میں ہے کہ یونس علیہ السلام کی بددعا پر خدا نے عذاب دینے کی وحی کی پہلی میں بددعا کا ذکر نہیں۔

(۲) اس حدیث میں عذاب کے لئے شرط نہیں کی گئی اور پہلی حدیث میں عذاب مشروط ہے۔

(۳) اس حدیث میں عذاب کے لئے وقت مقرر کیا گیا پہلی حدیث میں یہ تعیین نہیں۔

(۴) اس حدیث میں قوم یونسؑ کے ایمان لانیکا ذکر نہیں تضرع وبکا کا ذکر ہے پہلی حدیث میں اون کا ایمان لانا ثابت ہے۔

(۵) اس حدیث میں مذکور ہے کہ عذاب آیا اور اس وقت قوم آمدی پر عذاب ہو رہا ہے اور پہلی حدیث میں عذاب کے آنے نہ آنے کا کچھ ذکر نہیں۔

ابن عباس کی تیسری روایت

درمنثور میں ابن عباس سے ہے کہ یونسؑ نے جب اپنے قوم کو ایمان لانیکی دعوت دی تب خدا نے وحی کی کہ عذاب صبح کو نازل ہوگا یونسؑ نے اون سے جب یہ کہا تو اونھوں نے اس کا یقین کیا اور وہی مشورہ کیا جو دوسری حدیث میں ہے

واخرج ابن ابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال لما دعا یونسؑ قومہ اوحی اللہ الیہ ان العذاب یصبحھم فقال لھم فقالوا ما کذب یونسؑ ولیصبحنا العذاب فتعالوا حتی

تب خدا نے عذاب اوٹھالیا جس پر یونس ؑ غصہ ہوکر بولے کہ میں تو جھوٹا ہوگیا۔ اور اس پر غصہ ہوکر چل دئے۔	یخرج الی آخر ما رواہ ابو الشیخ قال فصرف ذلک العذاب عنھم وغضب یونس فقال کذبت فھو قولہ اذ ذھب مغاضبا یعنی الی البحر الخ (در منثور جزو ۴ صفحہ ۳۳۳)

اس حدیث کے بیان میں بھی قبل کی حدیث سے اختلاف ہے۔
(۱) یہاں ایمان کی دعوت کے بعد عذاب کی وحی کا ہونا ثابت ہوتا ہے اور قبل میں یونس ؑ کی بد دعا سے۔
(۲) اس میں مذکور ہے کہ یونس غضبناک ہوئے اور پہلی میں یہ نہیں۔
(۳) اس میں محض عذاب کا اوٹھالینا ثابت ہوتا ہے اور پہلے سے ظاہر ہے کہ آمدی قوم پر بھیجدیا گیا۔

ابن عباس کی چوتھی روایت

در منثور جلد ۵ صفحہ ۲۸۵ میں ابن عباس سے روایت ہے۔ یونس ؑ ایک بستی میں نبی بنا کر بھیجے گئے۔ جب وہاں کے لوگوں نے انکار کیا اور نہ مانا تب خدا نے وحی کی کہ اون پر فلاں دن عذاب آئے گا۔ تو اون سے علیحدہ	واخرج ابن جریر وابن ابی حاتم عن ابن عباس قال لما بعث اللہ یونس علیہ السلام الی اھل قریتہ فردوا علیہ ما جاءھم فامتنعوا منہ فلما فعلوا ذلک اوحی اللہ الیہ انی مرسل علیھم العذاب فی

ہو جا۔ یونسؑ نے یہ اون سے کہدیا قوم
نے کہا۔ یونسؑ اگر باہر گیا تو ضرور
عذاب آئے گا۔ اوسے دیکھتے رہو
جو روز عذاب کا تھا اوس کی شب میں
یونس نے اون سے سفر کیا تب تو
قوم کو خوف ہوا اور باہر جنگل میں مع
جانوروں اور بچوں کے نکلے اور
توبہ اور استغفار کی اور خدا نے
اس کی وجہ سے اون پر رحم کیا اور
یونسؑ راستہ پر منتظر انتظار میں ٹھہرے
رہے اور راہ گیر سے دریافت کیا
کہ قوم کا کیا حال ہوا اوس نے کہا
جب اون کا نبی اونھیں چھوڑ کے
چلا گیا تو اونھیں عذاب کا یقین ہو گیا
تب وہ جنگل میں مع اپنے بال بچوں
اور جانوروں کے توبہ و استغفار میں
مشغول ہوئے۔

اس لئے اون سے عذاب ہٹا
لیا گیا اسی پر یونسؑ چلے گئے
اور کہا کہ اب میں اون کے پاس
نہ جاؤں گا کیونکہ۔ میں اون کے

یوم کذا وکذا فاخرج من بین
ظهرهم فاعلم قومه
الذی وعد الله من
عذابه ایاهم فقالوا
ارمقوه فان هو خرج
من بین اظهرکم فهو والله
کائن ما وعدکم فلما کانت اللیلة
التی وعد العذاب فی صبحها ادلج
فراٰه القوم فحذروا فخرجوا
من القریة الی براز من ارضهم
وفرقوا بین کل دابة وولدها
ثم عجوا الی الله وانابوا واستقالوا
فاقالهم الله وانتظر یونسؑ
علیه الخبر عن القریة واهلها
حتی مر مار فقال ما فعل اهل القریة
قال فعلوا ان نبیهم لما خرج
من بین اظهرهم عرفوا انه
قد صدقهم ما وعدهم من
العذاب فخرجوا من قریتهم
الی براز من الارض ثم فرقوا
بین کل ذات ولد وولدها ثم

نزدیک جھوٹا ہوگیا۔	عجوا الی اللہ وتابوا الیہ فقبل منھم واخر عنھم العذاب فقال یونس علیہ السلام عند ذلک لا ارجع الیھم کذابا ابدا ومضی علی وجھہ۔ (درمنثور جز و ۵ ص ۲۸۷)

اس حدیث کے بیان میں بھی پہلی حدیثوں سے اختلاف ہے۔

(۱) اس میں عذاب کی تاریخ اور دن مقرر کیا گیا اور پہلی حدیثوں میں اس کی تعیین نہیں۔

(۲) اس حدیث سے ثابت ہے کہ یونسؑ نے جب اپنی قوم کو عذاب کی خبر دی تو اون کو اس کا یقین نہیں ہوا بلکہ اونھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اس تاریخ پر یونسؑ چلا جائے تو سمجھو صحیح ہے ورنہ نہیں پہلی حدیثوں سے ثابت ہے کہ اونھیں یونسؑ کی اس خبر کا یقین ہوگیا تھا۔

(۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یونس علیہ السلام کی وحی میں یہ بھی تھا کہ تو اون سے علیحدہ ہو جا چنانچہ یونسؑ اون سے علیحدہ ہو گئے پہلی حدیثوں میں صرف عذاب کی وحی ہے اور یونسؑ کے نکلنے کا ذکر نہیں۔

مسلمانو! ابن عباس کی یہ حدیث جو نہایت ہی مختلف البیان ہے صحاح میں نہیں ہے اور اس کی سند قابل تنقید اور بحث ہی جب معیار حدیث کے ترازو میں جانچنے کے بعد یہ پوری اور صحیح ہو اوس وقت البتہ قابل استدلال ہے مرزا صاحب یا جماعت احمدیہ اس حدیث سے اگر استدلال کریں تو انکو اس کی

سند پیش کرنی چاہیئے تاکہ اوس پر رائے قائم کرسکیں۔ اس کے سوا بھی سند کو چھوڑئیے اس کا اختلاف ہرگز اس لائق نہیں جو اوس کے صحت پر پورا اور قوی اثر کرکے اسے کمزور اور ناتواں نہ بناوے کہ پھر دعوے کے بار گراں کی برداشت کی متحمل نہ ہو کیا جس شہادت میں اس قدر اختلاف ہو اور جو گواہ اپنے بیان میں اس قدر تناقض کو دخل دے اور مضطرب ہو۔ وہ اُس کے بعد بھی قابل سماعت اور لائق وثوق ہے اور فیصلہ کے لئے کافی شہادت کا کام دیسکتا ہے زمانۂ حال میں بھی دیکھو کہ باوجود اس کے کہ جھوٹ کا بازار گرم ہے اور گواہ اکثر جھوٹی شہادتیں دیتے ہیں لیکن کسی گواہ کا اختلاف اوس کے جعلی اور جھوٹے ہونے پر خود مضبوط گواہ ہے۔ کیا مرزا صاحب کے عدالت میں مخبوط و مجنوں اور مضطرب الحال کی شہادت بھی مقبول ہے اور جس طرح مرزائی مذہب عقل سے باہر ہے اون کے مذہب کی شہادتیں بھی عقل کے خلاف ہیں۔

شاہد دوم

حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ

ابن مسعود سے روایت ہے کہ جب یونسؑ کی قوم یونسؑ پر ایمان نہ لائی تب یونسؑ نے اون سے یہ وعدہ کیا کہ فلاں روز عذاب تمپر آئے گا۔ پھر یونسؑ اون سے رخصت ہوا اور یہی انبیاء کا دستور رہا ہے کہ جب قوم کو عذاب کا وعدہ

عن ابن مسعود عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال ان یونسؑ دعا قومہ فلما ابوا ان یجیبوہ وعدھم العذاب فقال انہ یاتیکم یوم کذا وکذا ثم خرج عنھم وکانت الانبیاء علیہ السلام اذا وعدت

دیتے ہیں تو اون سے رخصت ہو جاتے ہیں یونس کی قوم کو جب عذاب نے آلیا تب وہ باہر مع عورتوں اور جانوروں کے نکلے اور بچوں کو اون کی ماں سے علیحدہ کر کے فریاد کرنے لگے اور جب اون کی سچائی ظاہر ہوئی تو خدا نے اون سے عذاب ہٹا لیا۔ یونس ع راستہ میں اون کی خبر کے لئے ٹھہرے رہے اور راہ گیر سے دریافت کیا تو یہ تمام واقعہ معلوم ہوا تب تو یونس ع غصہ میں یہ کہکر چلدئے کہ اب میں اس قوم میں جھوٹا ہو کر نہ رہوں گا۔

قومها العذاب خرجت فلما اظلهم العذاب خرجوا ففرقوا بين المرءة وولدها وبين السخلة واولادها وخرجوا العجون الى الله علم الله منهم الصدق فتاب عليهم وصرف عنهم العذاب وقعد يونس ع فى الطريق يسأل عن الخبر فمر به رجل فقال ما فعل قوم يونس فحدثه بما صنعوا فقال لا ارجع الى قوم فقد كذبتهم وانطلق مغاضبا يعنى مراغما

(درمنثور جزو ۳ صفحہ ۳۱۸)

ابن مسعودؓ کی اس حدیث میں یہ نہیں کہ خدا نے عذاب کی وحی کی بخلاف ابن عباس کی حدیث کے دوسرے اس حدیث سے ثابت ہے کہ عذاب کے وعدہ کے بعد تمام انبیاء کا دستور رہا ہے کہ وہ چلے جاتے ہیں ابن عباسؓ کی حدیث میں یہ نہیں ہے۔ ابن مسعودؓ سے ایک حدیث درمنثور جلد ۵ صفحہ ۲۸۸ میں نقل کی ہے جس میں عذاب کا وقت تین روز تک کا بیان کیا ہے اور تین روز کی تعیین ابی الجلد کے قول سے بھی ثابت ہوتی ہے جس کو تفسیر ابن جریر طبری جلد ۱۱ صفحہ ۱۰۱ میں نقل کیا ہے۔

شاہد سوم

حدیث حمید بن ہلال

در منثور جزو ۵ صفحہ ۲۹ میں حمید سے روایت ہے کہ یونس علیہ السلام نے اپنے قوم کو ایمان کی دعوت دی مگر اونھوں نے نہ مانا تخلیہ میں اون کے لئے دعا ہی کی یونسؑ کی قوم نے یونسؑ کی نگرانی کے لئے ایک شخص مقرر کیا تھا جب یونسؑ سمجھاتے سمجھاتے تھک گئے تو اون کے حق میں بد دعا کی اور اون کے جاسوس نے اوس قوم سے کہا کہ یونسؑ نے چونکہ تمھارے لئے بد دعا کی ہے اسلئے بلاشک تمپر عذاب آئے گا۔ اب جو کچھ تمھیں کرنا ہو کرو اور یونسؑ یہ سمجھکر کہ ضرور اون پر عذاب نازل ہوگا اون سے علیحدہ ہو گئے اور وہ قوم معہ بہائم کے باہر نکلی اور توبہ کی اور خدا نے رحم کیا پھر یونسؑ اس لئے واپس آئے کہ دیکھیں کس طرح کا عذاب اون پر آیا ہے جب آئے تو دیکھا کہ بدستور آبادہیں کسی قسم کا عذاب نہیں آیا۔

عن حمید بن ہلال قال کان یونس علیہ السلام یدعوا قومہ فیابون علیہ فاذا خلا دعا اللہ لھم بالخیر وقد بعثوا علیہ عینا فلما اعیوہ دعا اللہ علیھم فاتاھم عینھم فقال ما کنتم صانعین فاصنعوا فقد اتاکم العذاب فقد دعا علیکم فانطلق ولا یشک انہ سیاتیھم العذاب فخرجوا فقد ولھوا البہائم عن اولادھا فخرجوا تائبین فرحمھم اللہ تعالی وجاء یونس علیہ السلام ینظر بای شیء اھلکھا فاذا الارض مسودۃ منھم یدون عذاب الخ

(در منثور جزو ۵ صفحہ ۲۷)

اس حدیث سے معلوم ہوا (۱) کہ یونس علیہ السلام نے عذاب کی بد دعا کی تھی جس پر یونسؑ کو قبولیت دعا کی بنا پر عذاب کا یقین ہو گیا اور اونھیں چھوڑ کے چل دئے (۲) اس عذاب کی خبر اپنی قوم کو یونسؑ نے نہیں دی۔ بلکہ اُس قوم کے جاسوس نے بد دعا کی خبر دی اور اس سے عذاب کا اونھیں بھی یقین ہو گیا۔ (۳) یونسؑ لوٹ کے پھر اپنی قوم کی حالت معلوم کرنے کے لئے آئے یہ حدیث بھی پہلی حدیثوں کے مخالف ہے۔

مفسرین نے بہت مختلف حدیثیں اس بارے میں نقل کی ہیں جس میں سے تین شخصوں کی حدیثیں یعنی ابن عباس۔ ابن مسعود حمید بن ہلال کی میں نے یہاں نقل کی۔ ان حدیثوں کا بیان بھی بہت مختلف ہے جیسا کہ پہلے بتلایا گیا ہے اور حمید کی حدیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یونس علیہ السلام نے اپنی قوم سے ہرگز عذاب کا وعدہ نہیں کیا اور نہ خدا نے یہ وعدہ کیا تھا بلکہ یونس علیہ السلام نے بد دعا کی جس سے اُن کو عذاب کا یقین ہو گیا۔ اب مسلمانوں سے عموماً اور جماعت احمدیہ سے خصوصاً مخلصانہ ہمدردی سے یہ کہتا ہوں کہ حضرت یونس علیہ السلام کے وعدہ کا قرآن میں کسی جگہ ذکر نہیں اور جو احادیث اس بارے میں ہیں وہ صحاح کی حدیثیں نہیں بلکہ مفسرین کی حدیثیں ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ مفسرین نے چونکہ محض صحیح حدیثوں کا التزام نہیں کیا اس لئے اُنکی روایت کردہ حدیثوں میں تنقیح کی ضرورت ہے اگر ان روایات میں اختلاف بھی نہ ہوتا تو اوس وقت میں بھی ان سے استدلال کی یہی صورت تھی کہ یہ حدیثیں مع سند کے نقل کی جائیں اور اون سند کے رو سے ان کی صحت پر روشنی ڈالی جائے۔ اور جب کہ ان حدیثوں کی سند بھی بیان نہیں کی گئی اور نہ ان کی صحت پر روشنی ڈالی تو ان کے صحیح ہونیکا دعویٰ زبانی جمع خرچ ہے جو کسی طرح قابل سماعت نہیں اور صحت سند کے بعد بھی ان حدیثوں میں اس قدر

اختلاف ہے کہ جسکا اوٹھانا اور اتفاق بلاتکذیب بعض کے ناممکن ہے تو ایسی حالت میں ان احادیث سے استدلال اور کسی مدعا کا اثبات حق پرست اور سچائی کے طالب کے لئے قابل اطمینان اور شرح صدر کا موجب نہیں ہوسکتا اور دلی خلش واضطراب کا یہ علاج نہیں ہے۔ کیونکہ یہ حدیثیں متناقض اور متضاد ہیں۔ اور ضرور ایسی صورت میں جس امر کو لیا جائیگا تو اوس کے مخالف روایت کو غلط کہنا ہوگا اور اس تصحیح اور تغلیط میں ایسی شہادتوں کی احتیاج ہوگی جس سے کسی حدیث کی ترجیح ہوسکے اب دریافت طلب یہ ہے کہ مرزا صاحب کے پاس اُس حدیث سے استدلال کے لئے جس میں عذاب کے وعدہ کا ذکر اور چالیس روز اُس کی میعاد ہے کیا وجہ ہے حالانکہ ایسی حدیثیں بھی ہیں جن سے نہایت واضح طور سے ثابت ہے کہ حضرت یونسؑ نے وعدہ نہیں کیا۔ اور خدا نے اس کی وحی کی۔ بلکہ حضرت یونسؑ نے بددعا کی تھی پھر مرزا صاحب کا عذاب قطعی بلاشرط ٹھہرانا اور اوس حدیث کیطرف توجہ نکرنا جنمیں عذاب قطعی نہیں بیان کیا گیا۔ بلکہ نہ ایمان لانے سے مشروط تھا۔ کیا یہ تحکم نہیں ہے اور اِس کے لئے کیا وجوہ ہیں جنکے بنا پر وعدہ قطعی ہوجاتا ہے اور وہ حدیث ابن عباس کی جسمیں عذاب شرطی ہے قابل احتجاج نہیں رہتی۔

تعجب ہے کہ جس حدیث کے بنا پر مرزا صاحب نے عذاب کو قطعی ٹھہرایا ہے اور چالیس روز کی مدت بیان کی ہے وہ حدیث تفسیر کبیر کے حوالہ سے نقل کی ہے اور وہ حدیث بھی جس میں عذاب قطعی نہیں بلکہ شرطی ہے تفسیر کبیر میں موجود ہے تو کیا مرزا صاحب کی نظر اس حدیث پر نہ پڑی ہوگی۔ ہم کہتے ہیں کہ ضرور پڑی ہوگی لیکن دیدہ دانستہ اونھوں نے اس سے تجاہل کیا۔ اور اپنی ذلت اور رسوائی سے نہ شرمائے علاوہ اس کے میں کہتا ہوں کہ حضرت یونس علیہ السلام پر یہ اعتراض کوئی نیا اعتراض نہیں ہے جسکو مرزا صاحب سے ہی مخصوص کیا جائے بلکہ مرزا صاحب کے

قبل بھی بددینوں اور ملحدوں نے یہ اعتراض کیا ہے اور اونھیں کی پیروی مرزا صاحب نے کی ہے چنانچہ شفاء میں قاضی عیاض لکھتے ہیں اس جگہ میں شفاء کی عبارت بعینہ میں ملا علی قاری کی شرح سے لکھتا ہوں۔ وقد توجھت ھھنا لبعض الطاعنین ای فی الدین سوالات ای من الملحدین یعنی یہاں بعض ملحدوں اور دین پر طعن کرنے والوں نے چند اعتراض کئے ہیں اس کے بعد قاضی صاحب نے چند اعتراض ملحدوں کے نقل کئے ہیں جن میں قصہ حدیبیہ اور نوح علیہ السلام وغیرہ کے واقعہ پر وہ اعتراض بھی نقل کیا ہے جو مرزا صاحب نے اون پر کیا ہو منجملہ اونھیں اعتراضوں کے یونس علیہ السلام پر یہ اعتراض نقل کیا ہے اور اوس کا جواب بھی دیا ہے چنانچہ میں قاضی صاحب کے بعینہ الفاظ یہاں نقل کرتا ہوں معہ الفاظ شرح ملا علی کے ومن ذلک ای من سوالات بعض الطاعنین فی مراتب النبیین ما روی من قصۃ یونس علیہ السلام انہ وعد قومہ العذاب من ربہ فلما تابوا کشف عنھم العذاب فقال لا ارجع الیھم کذابا ابدا جو لوگ انبیاء علیہ السلام پر طعن کرتے ہیں اور اون کی عظمت اور کمال کی منقصت کرتے ہیں اون کے اعتراضوں میں ایک اعتراض یہ بھی ہو کہ یونس علیہ السلام نے اپنی قوم سے عذاب کا وعدہ کیا پھر قوم کی توبہ سے وہ عذاب اون سے ہٹا لیا گیا اس پر یونس علیہ السلام نے قسم کھائی کہ اب میں اپنی قوم میں واپس نجاؤں گا کیونکہ میں اون کے نزدیک جھوٹا ہو گیا۔

ملحدوں کے اس اعتراض کو نقل کرنے کے بعد قاضی صاحب اسکے جواب میں لکھتے ہیں انہ لیس فی خبر من الاخبار الواردۃ فی ھذا الباب لا فی السنۃ ولا فی الکتاب ان یونس قال لھم انہ ای اللہ سبحانہ مھلکھم وانما فیہ انہ دعا علیھم بالھلاک والدعاء لیس بخبر

یطلب صدقہ من کذبہ لکنہ قال لھم ان العذاب مصبحکم وقت کذا وکذا فکان ذلک فلا یکون کذابا ابدا یعنی کوئی ایسی حدیث نہیں جس سے یہ ثابت ہو یا اس پر دلالت کرے کہ یونس علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ فرمایا تھا کہ خدا تعالےٰ تمکو عذاب سے ہلاک کریگا اور تم تمام اوسی عذاب سے ہلاک ہو جاؤ گے اور نہ کوئی قرآن میں ایسی آیۃ ہے جس سے یہ ثابت ہو بلکہ یونس علیہ السلام نے اون کے لئے بددعا کی اور فرمایا کہ صبح کو تم پر خدا کا عذاب آنے والا ہے چنانچہ عذاب اون پر آیا اور جو یونس علیہ السلام نے فرمایا تھا وہ ہوا پھر یونس علیہ السلام کسی طرح اپنی بات میں کاذب نہیں ہو سکتے۔

ناظرین غور کرو کہ مرزا صاحب نے درحقیقت یہ اعتراض اور نیز حدیبیہ والا اعتراض پہلے ملحدوں دہریوں سے لیا ہے اور اون کی طرح وہ نبوت پر حملہ کرتے ہیں لیکن یہ نہایت بددیانتی ہے کہ اون کا اعتراض تو نقل کیا مگر ان اعتراض کا جو جواب علماء نے دیا ہے وہ نقل نہیں کیا یہ کیوں محض عوام کے فریب دینے کو اور گمراہ کرنے کو اب اگر اون حدیثوں کو بھی صحیح مان لیا جائے جس سے مرزا صاحب نے استدلال کیا ہے اور قرآن اور دوسری حدیثوں کو چھوڑ دیا جائے جیسا کہ مرزا صاحب نے یہاں قرآن کو بھی چھوڑ دیا اور دوسری حدیثوں سے بھی آنکھ بند کرکے پٹی باندھ لی تب بھی میں کہوں گا کہ مرزا صاحب تمھاری خاطر سے تمھاری بات مانے لیتا ہوں اور یہ کہتا ہوں کہ یہ صحیح ہے کہ یونس علیہ السلام نے اپنی قوم سے چالیس دن تک قطعی طور سے عذاب نازل ہونے کا وعدہ کیا تھا اور وہ قطعی وعدہ تھا جس کے ساتھ کوئی بھی شرط نہیں تھی تو اس پر بھی تو وہ وعدہ نہیں ٹلا اور خلاف نہیں ہوا کیونکہ وعدہ عذاب کے نازل

ہونے کا تھا نہ ہلاک اور تباہ ہونے کا پس حسب وعدہ وہ عذاب آیا لیکن جب قوم نے توبہ کی تو وہ اوٹھالیا گیا جیسا کہ آیہ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ سے ثابت ہوتا ہے تو اب فرمائیے کہ وہ وعدہ خلافی کیا ہوئی اور یونس علیہ السلام کی پیشین گوئی جھوٹی ہوئی یا صحیح اور حرف بحرف پوری ہوئی یا نہیں۔

مرزا صاحب کا دوسرا دعویٰ

مرزا صاحب نے دوسرا دعویٰ یہ کیا ہے کہ وعید کی میعاد توبہ اور خوف سے ٹل جاتی ہے اور یہ امر متواترات سے ہے جو قرآن اور توریت سے ثابت ہے۔

جو قرآن کہ نبی عربی (روحی فداہ) صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے اوسمیں تو کسی مقام میں یہ نہیں کہ خدا تعالیٰ وعدہ خلافی کرتا ہے بلکہ قرآن کی اکثر آیات صاف اور یقینی علی رُوس الاشہاد منادی کررہی ہیں کہ خدا تعالیٰ نے نہ کبھی وعدہ خلافی کی۔ اور نہ آیندہ کسی صورت اور وقت میں کرے گا۔ متعدد مقامات میں تاکید اسکا یقین دلایا گیا ہے کہ خدائے قدوس ہرگز اپنے وعدے کے خلاف نکریگا کیا مرزائی جماعت نے سمجھ لیا ہے کہ بس دنیا کی زندگی کے سوا دوسری زندگی نہیں۔ اور وہ دن آنیوالا نہیں جس میں خدائے قدوس کے روبرو پیشی ہوگی۔ اگر اونھیں قیامت اور جزا کا یقین ہے تو پھر کیوں وہ خدا سے نہیں ڈرتے۔ اور خدا پر ایسی افترا پردازی سے کیوں خوف نہیں کرتے۔ ہم مسلمانوں کا بلکہ تمام اہل کتاب کا یہ عقیدہ ہے کہ خدائے برتر تمام صفات ذمیمہ سے پاک ہے۔ اور اُس کے دامن قدوسیت پر کسی قسم کی بُرائی اور قباحت کا دھبہ نہیں اور یہ بھی ہر شخص تھوڑی سی عقل والا سمجھتا ہے کہ وعدہ خلافی بدترین صفات سے ہے پاک انسان بھی ہمیشہ اس سے اپنے سچائی کو محفوظ رکھتے ہیں اور کبھی وعدہ خلافی کرنیوالا انسان کامل نہیں ہوسکتا۔ شاید یہاں کسی کو یہ خیال ہو کہ خطا کار گنہگار مجرم کی

معافی کمال وکرم ہی نہ نقصان وذم۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ خدائے تعالیٰ نے تمام جرائم
کی سزائیں بیان کردی ہیں۔ اور ہر جرم کے مقابلہ میں ایک سزا اور عذاب مقرر کردیا ہی
اب اس جرم سے درگذر اور گناہوں کا عفو خلف وعید نہیں تو کیا ہے جب یہ مسئلہ
نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کہ گناہ معاف ہوتے ہیں تو خلف وعید بھی انھیں نصوص
قطعیہ سے یقینًا ثابت ہی۔ اور توبہ اور خوف سی جب خدا تعالیٰ نے ہزاروں گناہ معاف
کئے اور کرے گا تو اس میں کیا شک ہی کہ وعید توبہ اور خوف سی ٹل جاتی ہی اور خدا کی
یہ سنت مستمرہ ہی۔ اس میں شک نہیں کہ ظاہر میں یہ خیال صحیح اور قوی نظر آتا ہے اور
خلف وعید کیلئے یہ نہایت مستحکم اور غیر متزلزل حصار ہے جس کے سامنے تمام ہتھیار
وآلات ناکارہ وکند معلوم ہوتے ہیں۔ مگر اہل فہم اور دقیق نظریں سمجھتی ہیں کہ جسکو
آہنی حصار سمجھے ہوئے ہیں وہ راکھ کا تودہ ہے۔ اور جو لہراتا ہوا بحر مواج خیال
کیا گیا ہی۔ وہ ریگستان ہے۔ عفو۔ اور شفاعت کو خلف وعید کی دلیل سمجھنا سخت
غلطی ہے جس کی بنیاد آیات عذاب وثواب کے معنی سے بے خبری ہی کیونکہ ان آیات
کو وعدہ وعید سمجھنا ہی غلط ہی۔ اصل یہ ہے کہ جن آیات میں کسی جرم یا مجرم کی سزا کا
بیان ہے اُس سے غرض جرم کی نوعیت اور قدر کا اظہار ہے اور بتلایا گیا ہی کہ اس قسم
کے جرم سے مجرم ایسی سزا کا مستحق ہوجاتا ہے۔ یعنی یہ جرم اس مرتبہ کا ہے کہ اُس کے
لئے یہ سزا مناسب ہے۔ اور جس کے وہ لائق ہے اوس کی قابلیت اور استحقاق کو
بیان کیا ہے نہ یہ کہ سزا اور عذاب کا وعدہ کیا گیا ہے وعید اور استحقاق مجرم دو
جدا جدا امر ہیں۔ وعید تو وعدہ کنندہ کا فعل ہے اور استحقاق مجرم کی حالت اور کیفیت
ہے۔ اب دونوں کو ایک سمجھنا کیسی عظیم غلطی ہے۔ کیا گورنمنٹ نے اپنے قانون میں
جرائم کی جو سزائیں بیان کی ہیں وہ گورنمنٹ کی طرف سے وعید کہی جاسکتی ہیں اور
کوئی شخص بھی یہ خیال کرسکتا ہے۔ کہ یہ گورنمنٹ کا وعدہ ہے اب اگر گورنمنٹ کسی

مجرم کو چھوڑ دے اور سزا نہ دے تو یہ اوس کی وعدہ خلافی ہوگی ہرگز نہیں ہرگز نہیں
قانون اور وعید دو علیحدہ علیحدہ امر ہیں۔ مجرموں کی سزائیں قانون ہیں نہ وعید۔
اور مفتی محمد صادق صاحب مرزائی نے تو اپنے تاریکی کا یہ اعلیٰ ثبوت دیا ہے کہ حکم
اور وعید میں فرق نہیں۔ اور برق آسمانی کے مصنف کو تو کیا کہا جائے جس نے اس
جواب کو فخریہ پیش کیا ہے کیونکہ وہ تو اس قسم کے امور کے سمجھنے سے غریب معذور ہے
وہ کیا جانے کہ وعید کیا مرض ہے اور حکم کس کو کہتے ہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ مرزائیوں کا
مفتی بھی مفت ہی کا ہے جسکو یہ بھی معلوم نہیں کہ مجرم کو دس یا پانچ سال کی سزا کرنا
حکم ہے اور کسی وجہ سے قبل از میعاد چھوڑ دینا اوس حکم کا نسخ ہے اور احکام میں نسخ
صحیح ہے اور وعید خبر ہے جس میں کہ نسخ صحیح نہیں بھلا جس قوم کے مفتی ایسے گمراہ
ہوں جو خبر اور انشاء میں فرق نہ کریں۔ تو اوس قوم کے ہدایت اور راستی کا اندازہ
اسی سے کر سکتے ہیں۔ قادیانی۔ خدا کے وعدہ خلافی او جھوٹ کے ثبوت میں یہ
آیۃ بھی پیش کرتے ہیں۔ یُصِبْکُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُکُمْ ہم نہیں سمجھتے کہ اس سے
خدا کی خلاف وعدگی اور جھوٹ کیونکر ثابت ہوتا ہے اس میں تو کوئی بات ایسی نہیں جیسا
کہ آگے معلوم ہوگا اب جب کہ ان دونوں باتوں پر عقل اور نقل دونوں گواہ ہیں یعنی وعدہ خلافی
عیب ہے۔ اور ہر عیب سے خدا پاک ہے تو ایسی حالت میں کیا کوئی خدا پرست اس کہنے کی
جرأت کرے گا کہ خدا وعدہ خلافی کرتا ہے۔ اگر مرزا صاحب یا کوئی مرزائی اپنے اس دعوے
کے ثبوت میں کہ وعید کی میعاد ٹل جاتی ہے۔ کوئی قرآن کی آیۃ بتلا سکتے ہیں جن سے
یہ ثابت ہو کہ خدا کی وعید خوف سے ٹل جاتی ہے یا کوئی واقعہ ایسا ہو جس میں خدا کی وعید ہو
پھر وہ اپنے وقت پر پوری نہ ہوئی ہو تو وہ پیش کریں۔ تمام مرزائیوں نے حضرت یونسؑ کے
واقعہ پر غل مچایا ہو لیکن اس وقت کی حقیقت ابھی بیان ہوئی چونکہ یہاں مرزا صاحب کا یہ
دعویٰ ہے کہ خدا کی وعدہ خلافی کرنا قرآن سے ثابت ہے۔ اس لئے میں تمام قادیانیوں کے

باآواز بلند کہتا ہوں کہ مرزا صاحب کا یہ دعویٰ محض غلط ہے اور مرزا صاحب اس میں نہایت کاذب اور مفتری اور خدائے قدوس پر اتہام کرنے والے ہیں ورنہ کوئی مرزائی قرآن سے اسکا ثبوت دے۔ یہ بھی خیال رہے کہ یہاں کلام محض قرآن میں ہے اسلئے اسی سے اسکا ثبوت پیش کیا جائے قرآن پر ثبوت کا انحصار نہیں محض مرزا صاحب کے دعوے کیوجہ سے کرتا ہوں۔ ورنہ میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ قرآن کے سواے یہ امر ثابت ہو سکتا ہے۔ ہاں جب مرزائی یہ اقرار کریں کہ قرآن سے یہ امر ثابت نہیں۔ اس میں بیشک مرزا صاحب کاذب ہیں تو اس کے بعد دوسری دلیل اگر کوئی مرزائی بیان کرے تو اسکے متعلق عرض کیا جائے گا۔ قرآن میں جو آیات اس قسم کی ہیں کہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شے خدا کی قدرت اور اختیار میں ہے یا وہ ہر قسم کی تبدل و تغیر پر قادر ہے۔ یا محو و اثبات کی اسے قدرت ہے۔ یہ تمام آیات اگرچہ بظاہر عام ہیں لیکن جو چیزیں عقلاً یا کسی آیۃ قطعی سے ان میں داخل نہیں ہو سکتی وہ ان سے ضرور خارج ہوں گی۔ ان آیات میں وہی امور داخل ہیں جو کہ کسی طرح محال نہیں۔ نہ ان میں استحالہ بالذات ہے نہ بالغرض۔ مثلاً قرآن میں ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اب اس کے عموم سے یہ استدلال صحیح نہیں کہ خدا اپنی ذات کے فنا پر بھی قادر ہے۔ یا اپنے شریک و سہیم کو بھی پیدا کر سکتا ہے۔ اسی طرح یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَاءُ وَیُثْبِتُ ۔ سے یہ کوئی عاقل نہیں سمجھ سکتا کہ خدا اپنی ذات کے محو یا اپنے شریک کے اثبات پر قادر ہے آیۃ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا۔ میں باوجودیکہ الف و لام استغراقی ہے اور جَمِیْعًا۔ سے اس کی تاکید ہے۔ لیکن اس پر بھی شرک اس میں داخل نہیں۔ کیونکہ شرک کے لئے قرآن ناطق ہے کہ وہ معاف نہ ہوگا۔ یہی مثال بعینہ وعید کی ہے کہ نصوص صریحی اور قطعی سے ثابت ہی

کہ خدا ہرگز وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اس لئے محو و اثبات وغیرہ میں خلف وعید داخل نہیں۔ یہ مرزائیوں کا کیسا فریب اور دجل ہے کہ اس قسم کی آیات سے خلف وعید کو ثابت کرتے ہیں۔ اور اُن نصوص سے اندھے ہو جاتے ہیں جن میں قطعی طور سے صاف صاف کہا گیا ہے کہ خدا اپنے وعید کے خلاف نہیں کرتا۔ افسوس ہے کہ مرزا صاحب نے ایسی روشن امر کی مخالفت کی اور اپنی تاریکی کا ثبوت دیا اور ہمارے نزدیک تو جب مرزا صاحب کے نبوت اور الہام دونوں جھوٹے ہیں اور خدا کی طرف سے نہیں بلکہ وہ وسواس شیطانی ہیں اور اُن کا معبود اور اللہ اُنکی خواہش نفسانی ہے تو اس میں شک نہیں کہ اس خدا کی سنت مستمرہ ضرور خلف وعید سے ہے اور یہ امر قرآن سے یقیناً ثابت ہے کہ شیطان سے خلف ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ سے خلف ممکن نہیں۔ گو مرزائی قرآن کی اسپر قطعی شہادت ہو لیکن وہ قرآن جو مسلمانوں کا قرآن اور رسول عربی پر آیا ہے اُس میں حاشا ایسے امر کی طرف اشارہ ہی نہیں۔ اس جگہ کسی کو اگر یہ خیال ہو کہ خدا تعالےٰ گناہوں کو معاف کرتا ہے۔ اور آیندہ بھی قیامت میں اُسکے عفو کی صفت کا ظہور ہوگا۔ اور مجرموں کی شفاعت بھی ہوگی۔ مجرم سے درگذر اور معافی بڑی عمدہ صفت ہے اور یہ اہل کرم کے مناسب ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وعید خوف سے ٹل جاتی ہے اور یہ خدا کی عادت مستمرہ ہے مجھے قادیانیوں کے ایک پیر مغاں سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ بعد سلام کے میرے اُنکے یہ گفتگو ہوئی

میں آیۃ یُصِبْکُمْ بَعْضُ الَّذِی یَعِدُکُمْ سے خلف وعید کس طرح ثابت ہوتا ہے۔

قادیانی سکوت کے بعد کہا کہ اس سے صاف معلوم ہوا کہ بعض وعید پورے ہوں گے۔

میں بلاشک اس سے معلوم ہوا کہ بعض وعید پورے ہوں گے لیکن بعض وعیدوں کا پورا ہونا ہی تو معلوم ہوا۔ یہ کیسے معلوم ہوا کہ بعض وعید پورے نہ ہوں گے۔

قادیانی حضرت آپ نے خیال نہیں کیا۔ ذرا توجہ سے کام لیجئے جب بعض وعیدوں کا پورا ہونیکا حکم کیا گیا تو اس سے معلوم ہوا کہ بعض اس حکم سے خارج ہیں۔

میں افسوس آپ کو اسقدر تو علم کا دعوے ہے لیکن آپ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ بعض پر حکم سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرے بعض میں یہ علم نہیں۔ ورنہ ایجاب جزئی منافی ہوگا ایجاب کلی کے حالانکہ ایجاب جزئی عام ہے ایجاب کلی سے۔ یہ تو ایسی کھلی ہوئی بات ہے جسکو مبتدی طالب علم بھی جانتا ہے کہ موجبہ جزئیہ عام ہے موجبہ کلیہ سے دوسرے آپکے نزدیک جب وعید خوف اور توبہ سے ٹل جاتی ہے تو ایسی صورت میں ایک وعید بھی پوری نہ ہوگی۔ اسلئے کہ جو شخص یا قوم خوف سے توبہ کریگی اوس سے تمام وعیدیں ٹل جائینگی اور جسمیں خوف کی حالت پیدا نہ ہوگی وہاں پر تمام وعیدیں پوری ہونگی کسی قوم یا شخص پر بعض وعیدوں کا پورا ہونا اور بعض کا نہ ہونا کسی طرح ہو سکتا ہے اور اس تفریق کا کیا باعث ہے۔ اور یہ قول کہ تم کو بعض وعیدیں پہونچینگی اور بعض نہیں کیونکر صحیح ہوگا۔ اس لئے کہ خدا کے اس سنت مستمرہ کی موافق کہ وعید توبہ اور خوف سے ٹل جاتی ہے اور تمام وعیدیں شرطی ہیں۔ اوس قوم سے تمام وعیدات ٹل جانی ضرور ہیں۔ اگر وہ خوف سے توبہ کرے اور خوف سے توبہ نہ کرنے کی صورت

ہیں تمام وعیدات پوری ہوں گی۔ الغرض یا تو تمام وعیدات پوری ہوں گی یا کوئی بھی نہ ہوں گی۔ البتہ بعض تو پوری ہوں اور بعض نہ ہوں یہ عجیب بات ہے۔ شاید آپ کا یہ مطلب ہو کہ نصف توبہ اور خوف میں نصف وعیدات ہونگے اور نصف نہیں۔

اس کے بعد ان پیر مغاں نے فرمایا کہ یہ تو آپ نے منطقی اور عقلی باتیں شروع کردیں۔ ہم ان جھگڑوں کو نہیں جانتے کہ ایجاب جزئی عام ہے اور کلی خاص۔ اگر آپ کو ایسی گفتگو منظور ہے تو میں خلیفۃ المسیح کے پاس آپ کو لے چلونگا۔ اس وعدہ کی میعاد بھی ٹل گئی لیکن اسوقت تک اس پیر مغاں نے خبر نہ لی۔ اگر خلیفۃ المسیح اس کے جواب سے مطلع کریں تو عنایت ہوگی۔



